
McGill University Library
3 102 979 810 B

یا معین　　　　ہوالکل　　　　۴۸۶

داعیان اسلام اور مسلمانوں کی معلومات عامہ کیلئے فرقہ

حلال خور

کے وہ تاریخی حالات جن سے ان کی تمام مذہبی و تمدنی کیفیت عیاں ہو سکتی ہے

ادیب المشائخ مصور فطرة حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب مدظلہ نے

کئی سال کی تلاش میں جمع کئے

اور

ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۱ھ مطابق اگست ۱۹۲۳ء میں پہلی بار

کارکن حلقہ مشائخ بکڈپو دہلی کے لئے

خواجہ پریس بٹلا میں چھپی

پہلی بار دو ہزار | باہتمام احمد جوی پرنٹر | قیمت بارہ آنے

ادیب المشائخ مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی مدظلہ صاحب دہلوی

کی لکھی ہوئی

اسلامی تاریخ کی کتابیں

میلاد نامہ یہ اسلامی تاریخ کا پہلا حصہ ہے، جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے لیکر وفات تک کا حال ہے، قیمت عہ

محرم نامہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے لیکر واقعات کربلا تک کا حال ہے، اور کربلا و جمل و صفین کی لڑائیوں کی پوری تفصیل ہے، قیمت عہ

یزید نامہ یہ تیسرا حصہ ہے، اس میں کربلا کے بعد سے لیکر بنی امیہ کے آخری بادشاہ تک تاریخی تذکرہ ہے، خصوصاً یزید اور اس کے باپ معاویہ کی کیفیت بہت مفصل ہے، قیمت عہ

طمانچہ بر رخسار یزید یہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کا لکھا ہوا ناول ہے، قصہ کے پیرایہ میں یزید ابن زیاد شمر وغیرہ کے خفیہ چال چلن کی حقیقت دکھائی دیتی ہے، قیمت عہ

۷۸۶ هوالکل یامعین

حلال خوروں کے لال بیگ

لال بیگ حلال خوروں کے پیر اور ہادی تھے، یعنی انسانوں کا وہ گروہ جس کا پیشہ غلاظت صاف کرنا، اور کمین خدمتوں کا انجام دینا تھا، اس کے دینی رہبر کا نام نامی لال بیگ تھا،
وہ کب تھے؟ کس خاندان میں تھے؟ ان کی تعلیم کیا تھی یہ چند ضروری سوالات ہیں، جنمیں سے بعض کو یہاں بیان کیا جائیگا۔

لال بیگ کے نام کی بحث

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ لال بیگ اصل میں بالمیک تھے، جو ایک مشہور ہندو بزرگ شاعر ہوئے ہیں، جنہوں نے رامائن کتاب نظم میں لکھی تھی، یا کوئی اور بالمیک نامی بزرگ تھے، لیکن تھے ہندو۔ اور انہی کے نام کو بگاڑ کر لکھنے والوں نے لال بیگ بنا دیا،

مگر یہ قیاس غلط معلوم ہوتا ہے، لال بیگ اور بالمیک اگرچہ دیکھنے میں ہم شکل ہیں، لیکن ان کی ہم صورتی میں شیر اور شیر کا سا معاملہ ہے، کہ شیر (جانور) آدمی کو کھاجاتا ہے۔ اور شیر (دودھ) کو آدمی چٹ کر لیتا ہے، بیگ مغلوں کا خطاب ہے، اور اسلامی فتوحات کے دور ابتدائی میں ترکستان سے ہندوستان میں آیا تھا، مغل شروع سے خونخوار تھے، اس لئے ناممکن ہے کہ بالمیک لکھنے والوں نے ایک عابد فقیر کے نام کو لکھتے وقت ایک سفاک، جنگجو کے لقب سے مغالطہ کھایا ہو۔ بیگ شہرت پاچکا تھا، ہندوؤں کے سب لکھنے پڑھنے والے اس کو سمجھ گئے تھے، پھر کوئی وجہ نہ تھی جو وہ ناسمجھی سے بالمیک کو لال بیگ لکھ دیتے، پس ثابت ہوا، کہ لال بیگ بالمیک ہندو ہرگز نہیں، بلکہ کوئی مسلمان بزرگ تھے،

(۲) بعض کہتے ہیں، لال بیگ کی اصل لال بھکشو ہے، بھکشو بھکاری کو کہتے ہیں، یعنے لال درویش، مگر یہ خیال بھی درست نہیں معلوم ہوتا، بھکشو کا لفظ بدھ مذہب کی اصطلاح ہے، بدھ فقراء کو بھکشو کہتے تھے، پس بدھ مذہب کو لال بیگ سے کیا تعلق؟ کیونکہ لال بیگ کا خواہ کوئی زمانہ تسلیم کیا جائے، ہر صورت میں اس وقت کے بعد ہوگا، جبکہ بدھ مذہب والے فقراء ہندوستان میں رہتے تھے، مسلمان جب ہندوستان میں آئے ہیں، تو ہندو بدھوں کو ہندوستان سے نکال چکے تھے اور بدھ مذہب والا ایک بھی یہاں باقی نہیں تھا، پھر اگر بالفرض لال بیگ ہندو ہی تھے، تو لال بھکشو ان کا نام ہرگز نہیں ہوسکتا تھا، کیونکہ ہندوؤں کو بدھ اصطلاحوں سے نفرت تھی،

(۳) بعض کہتے ہیں، لال بیگ کی اصل لال بھیس ہے، یہ بیان بحث طلب نہیں ہے، ہو سکتا ہے، کہ حضرت لال بیگ سرخ لباس استعمال کرتے ہوں، ان کا نام کچھ اور ہوگا، مگر ہندوستانی لال بھیس کہنے لگے، اور رفتہ رفتہ لال بیگ ہوگیا۔

حلال خوروں کی وہ کہانیاں جن سے انکا مسلمان ہونا ثابت ہوتا ہے،

حلال خوروں میں مشہور ہے، ایکدفعہ حضرت الیاسؑ پیغمبر خدا کے سامنے سب پیغمبروں کی صف میں کھڑے تھے، ان کو کھانسی اٹھی، اور انھوں نے جب تھوکا، تو پیغمبروں کے چہرے پر اس کی چھینٹیں گئیں، اس سے پیغمبروں نے خدا کے سامنے شکائت کی، اور خدا نے حضرت الیاسؑ کو زمین پر جاروب کشی کی سزا دی،

حضرت الیاسؑ نے پوچھا، الٰہی میرا قصور کبھی معاف بھی ہوگا، حکم ہوا ہاں، ایک بزرگ تیری سفارش کرنے والے پیدا ہونگے جس سے تجھ کو معاف کیا جائیگا،

حضرت غوث پاک سید عبد القادر جیلانیؒ پیر دستگیر کے زمانہ میں ایک دن حضرت الیاسؑ غوث پاکؒ کے سامنے آئے، غوث پاکؒ نے اپنا سرخ چوغہ اتار کر ان کو دیا، کہ پہن لو، حضرت الیاسؑ اس ملبوس کو گھر لے گئے، اور مٹی کے ایک مٹکہ میں رکھ دیا،

ایک روز حضرت غوث پاکؒ کی مہتر الیاسؑ پر پھر نظر پڑی، اور انھوں نے پوچھا، کہ وہ چوغہ تم نے کیوں نہیں پہنا، یہ بولے، میرا کام جھاڑ دینے

کا ہے، وہ میلا ہو جائیگا، آپ نے فرمایا، جاؤ ابھی اسکو پہنو،
حضرت الیاس گئے، اور چاہا منکہ سے چوغہ نکالیں، مگر منکے کا منہ ایسا بند ہوا، کہ ان سے کھل نہ سکا، مجبوراً واپس آکر حضرت غوث پاک رح سے یہ ماجرا عرض کیا، آپ نے فرمایا، جاؤ اور کہدو کہ اے منکے میرے پیر تجھکو بلاتے ہیں، حضرت الیاس گئے، اور منکہ سر پر اٹھا لائے، اور حضرت غوث پاک رح کے سامنے رکھدیا، آپ نے فرمایا۔

حَیّ اُخْرُجْ یَا بُنَیّ

"نکل آ میرے لال"۔ عربی لفظ "بُنیّ" کا ترجمہ ہندی میں لال ہے، پیارے بچہ کو جس طرح عرب "بُنیّ" کہتے ہیں، ہندوستانی میرا لال کہتے ہیں، یہ کہنا تھا کہ منکہ کے اندر سے ایک نورانی صورت کا گورا چٹا سرخ و سفید جوان نکل آیا، جس کے جسم پر سرخ لباس تھا،
حضرت غوث پاک رح نے فرمایا، اے الیاس! خدا نے خاکروبوں کو پیدا کیا، تو اسکا شفاعت کرنے والا بھی پیدا کرنا لازم تھا، پس اس نے تمہارے لئے اس لال کو روز محشر کا شفیع بنایا۔
مہتر الیاس لال درویش کو اپنے گھر لے گئے، اور نہایت عزت و خاطر سے لال بھیس درویش کے سامنے

مہتر الیاس نے حقہ بھر کر رکھا

مگر لال بیگ نے حقہ نہیں پیا، اور یکایک کہیں غائب ہو گئے، مہتر الیاس نے یہ قصہ حضرت غوث پاک رح سے عرض کیا، آپ نے فرمایا۔ کچھ مضائقہ نہیں،

تم لال درویش کی خیالی تعظیم میں قائم رہو کیونکہ وہ تمہارے شفیع ہونگے،
حضرت غوث پاک رح نے یہ بھی فرمایا، کہ اول زمانے میں برتن سونے کے بنتے تھے، پھر چاندی کے بننے لگے، اس کے بعد تانبے کے ہوئے مگر آخر زمانہ میں مٹی کے برتنوں کا رواج ہو جائیگا،
حلال خور حضرت غوث پاک رح کی پیشینگوئی اور لال گرو کے اس واقعہ کے مطابق کہ وہ مٹی کے مٹکہ سے پیدا ہوئے تھے، ابتک مٹی کے برتنوں کی تعظیم کرتے ہیں، اوران کے ہاں زیادہ تر ظروف گلی ہی کا رواج ہے،

دوسری حکایت کہ بالمیک مسلمان درویش تھے

ایک روایت لال بیگ کی نسبت اور ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ بالمیک نامی کوئی مسلمان درویش غزنی میں رہتے تھے، اور بڑے خدا رسیدہ مستجاب الدعوات تھے، انہی کے زمانہ میں شاہ کمیس (شاہ قمیش) نامی ایک بزرگ ملتان میں رہتے تھے، اوران کے مریدوں میں شیخ سرتا نامی کوئی فقیر تھے، شیخ سرتا ملتان سے اپنے وطن ساڈھورہ ضلع انبالہ میں چلے آئے،
شیخ سرتا کے لڑکا نہ تھا، اور انکو اس کی بڑی تمنا تھی، اس پر ان کو اشارہ ہوا، کہ غزنی میں حضرت بالمیک درویش کی خدمت میں جا کر لڑکے کے لئے دعا کراؤ، چنانچہ شیخ سرتا بیوی کو لیکر غزنی گئے،
جب غزنی پہنچے، تو راستہ میں ان کو ایک لڑکی ملی جسکا نام پُندری تھا، اور وہ سؤر چرا رہی تھی شیخ سرتا نے لڑکی سے حضرت بالمیک درویش کا پتہ پوچھا، لڑکی بولی، وہ میرے باپ ہیں، شیخ سرتا نے کہا، تم میری بیوی کو اپنے

باپ کے پاس لیجاؤ، میں تمہارے سوٗردں کی نگہبانی کرونگا،

لڑکی شیخ سرتا کی بیوی کو اپنے والد بالمیک کے پاس لے گئی، اور پہنچا کر واپس آئی تو ایک سوٗرنی نے دو بچے دیئے تھے، لڑکی نے شیخ سرتا سے کہا، ان بچوں کو کندھے پر اٹھا کر گھر لے چلو، شیخ سرتا نے تعمیل کی، حضرت بالمیک اسں سے بہت خوش ہوئے، اور شیخ سرتا کی بیوی سے خوش ہوکر کہا، مانگ کیا مانگتی ہے؟ وہ بولی؛ بیٹا چاہتی ہوں، بالمیک نے کہا، خدا تجھکو بیٹا دے گا، اسکا نام لال بیگ رکھیو،

شیخ سرتا یہ دعا لے کر گھر آئے، اور ۹ مہینے بعد ان کو خدا نے بیٹا دیا اور لال بیگ اسکا نام رکھا گیا،

جب لال بیگ کی عمر بارہ سال کی ہوئی، شیخ سرتا نے انکو حضرت بالمیک کے پاس غزنی بھیجدیا، لال بیگ نے بالمیک کی خوب خدمت کی، اور وہ ان سے ایسے خوش ہوئے کہ اپنے سب مریدوں کا سردار بنا دیا،

اس کے بعد بالمیک، لال بیگ کو اور اپنے سب مریدوں کو لیکر کابل و کشمیر کی طرف آئے، اور مریدوں کو حکم دیا، کہ شہر میں جاکر گدائی کریں، اہل شہر نے فقرائے بالمیک کے ساتھ بدسلوکی کی اور ستایا، یہ خبر لال بیگ کو پہنچی، تو وہ بہت بگڑے، اور بمشورۂ بالمیک انھوں نے مریدوں کی فوج لیکر شہر پر حملہ کر دیا، اس حملہ میں خدا کے سب فرشتوں نے لال بیگ کا ساتھ دیا، یہاں تک کہ لال بیگ کا تمام علاقہ کابل و کشمیر پر قبضہ ہو گیا مگر لال بیگ نے خود حکومت نہ لی، بلکہ سلطان جی نام ایک شخص کو جو وہیں کا باشندہ تہا، تاج و تخت دیدیا، اور خود تھانیسر چلے آئے، یہاں حضرت بالمیک نے انتقال فرمایا، اور انکا مزار وہیں تھانیسر میں بنایا گیا،

جو ابتک مرجع خلائق ہے،

اس کے بعد لال بیگ دہلی آئے، اور یہاں آکر انہوں نے اپنے مذہب کی تبلیغ شروع کی، اور اس میں انکو خوب کامیابی ہوئی، جوق جوق شاگرد بیاس مذہب میں شامل ہوئے،

لال بیگ نے اپنے مذہب کے پانچ فرقے مقرر کیے، پہلا لال بیگی، دوسرا شیخڑی تیسرا اڈومڑی، چوتھا ہیلی، پانچواں وراڈٹ،

ایک اور عجیب کہانی ان کے مسلمان ہونے کی

حلالخوروں میں مشہور ہے، کہ ایکدن بالمیک عرش پر جھاڑو دے رہے تھے، خدا نے فرمایا، بالمیک اب تم بہت بڈھے ہو گئے، لو میں تم کو ایک انعام دیتا ہوں، اس کے بعد خدا نے ان کو ایک چولہ (خرقہ) مرحمت فرمایا، بالمیک اس چولے کو لے کر گھر میں آئے، اور عبادت میں مشغول ہوئے، تو یکایک چولہ سے ایک بچہ پیدا ہوا، بالمیک حیران ہوئے، اور عرش پر خدا سے یہ حال کہا، خدا نے فرمایا، تو بڈھا ہو گیا تھا، اس واسطے میں نے تم کو یہ گرو دیا ہے،

بالمیک نے کہا، جناب میں اسکو دودھ کہاں سے پلاؤنگا؟ حکم ہوا تو گھر جا، راستہ میں جو جانور ملے گا وہی دودھ پلائیگا، بالمیک گھر آئے، تو انکو خرگوش کی مادہ ملی، اور اس نے بچہ کو دودھ پلایا، اور اسی دودھ سے لال بیگ پل کر بڑے ہوئے،

یہی سبب ہے کہ حلال خور خرگوش کا ادب کرتے ہیں، اور اس کا گوشت

نہیں کھاتے،

عرش پہ خدا نے بالمیک سے یہ بھی کہا تھا، کہ اس بچے کو میں نے

لا الٰہ الا اللہ سے پیدا کیا ہے

اسواسطے اسکا نام لال رکھا، اور توری شاہ بالا بھی کہتا،

لال بیگ نے بڑے ہوکر حکم دیا، کہ ہر گھر میں ڈھائی اینٹ کا ایک بیت اللہ بنایا جائے، چنانچہ سب لال بیگیوں نے اس کی تعمیل کی، اور خدا کے نام کے یہ گھر اپنے گھروں میں بنائے، رفتہ رفتہ لال بیگ کا پہلا حکم لوگوں کو یاد نہ رہا، اور جو گھر لال بیگ نے خدا کو یاد کرنے کے لئے بنوائے تھے، انکو لال بیگ کا گھر کہنے لگے، اور اب بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔

حلالخور نام امام حسینؑ نے بخشنا

بمبئی کے حلال خوروں میں مشہور ہے کہ جب کربلا کا واقعہ ہوا، اور یزیدیوں نے اہلبیت کا پتہ خاکروبوں سے پوچھا، تو خاکروبوں نے پتہ نشان بتانے سے انکار کیا، یزیدی فوج نے خاکروبوں کو بہت لالچ دیا، اور کہا کہ اگر تم امام حسینؑ کا پتہ بتا دوگے، تو تم کو یزید کے دربار کا جاروب کش بنا دیا جائیگا، یہ سن کر مہتروں کے سردار نے کہا، یزید حرام کھاتا ہے، ہم اس کے دروازے کی جھاڑو نہیں دیں گے، اور امام حسینؑ ہمارے دادا پیر لال رسول۔ گرو محمدؐ کے نور سے ہیں، انکی عداوت ہم سے نہیں ہو سکتی۔

یزیدی فوج نے سب مہتروں کو پکڑ لیا، اور ان کو جھاڑو سے پٹوانا شروع کیا، مگر جو جھاڑو وہ خاکروب کے مارتے تھے، ان کے ہاتھ سے نکل کر

آسمان کی طرف اڑجاتی تھی، اور کہتی تھی، کہ میں آسمان پر تاروں کی جھاڑو بنکر قیامت تک چمکا کروں گی (چنانچہ ابتک تاروں کی جھاڑو آسمان پر چمکا کرتی ہے)

غرض یزیدی فوج عاجز ہو گئی، اور خاکروبوں نے حضرت امام حسینؑ کا پتہ نہ دیا، یہ خبر حضرت امام حسینؑ کو ہوی۔ تو انھوں نے کہا۔ وہ حلال خور ہیں، اور میرے دوست ہیں، قیامت کے دن میرے دوستوں میں انکا حشر ہو گا۔ اور جو لوگ حلال خوروں کو دوست رکھیں گے، خدا و رسولؐ انکو دوست رکھیگا اور میں بھی انکو دوست رکھونگا،

منم حیدر گرو مہتر

حلالخوروں میں مشہور ہے کہ جب حضرت علیؑ جہاد میں نعرہ لگاتے تھے تو یوں کہتے تھے "منم حیدر گرو مہتر" (میں حیدر ہوں مہتروں کا پیر) اور اسی یادگار میں حلالخور محرم کے دنوں میں پٹہ بازی کو دنگل جماتے ہیں، اور تعزیوں پر دف بجاتے ہوئے جاتے ہیں، اور مسلمانوں کی طرح نذر نیاز حضرت علیؑ کرتے ہیں،

علی لال

حلال خور کہتے ہیں، ایکدن حضرت علیؑ بازار میں جارہے تھے۔ اور حلال خور جھاڑو دے رہا تھا، اس نے حضرت علیؑ کو سلام کیا، آپ نے فرمایا "تو میرا پیارا غلام ہے اور قیامت کے دن یہ جھاڑو تیرے سر پر تاج بنے گی" یہ دعا فرشتوں نے سنی، تو وہ بھی حلال خور کے ساتھ جھاڑو دینے لگے، کہ جھاڑو ان کے سر پر بھی تاج بنجائے،

جب علیؑ شہید ہو گئے، تو ان کا مزار پوشیدہ کر دیا گیا، اس وقت

آسمان کے چاروں کونوں فرشتے حلالخوروں کے پاس آئے، اور ان سے کہا، خدا نے حکم دیا ہے، کہ تم ہمرے علیؑ کی قبر پر جاکر جھاڑو دو۔ اور سات آدمی ہمراہ لے جاؤ، یہ ساتوں آدمی علی لال کا خطاب پائیں گے، اور ہفت اقلیم میں ان کے علی لال نام کی دھوم ہوگی۔

سیّد نے حلالخور کا پانی پیا

حلال خوروں میں روایت ہے، کہ جب اہل بیت گرفتار ہوکر یزید کے پاس جارہے تھے، تو راستہ میں امام زین العابدینؑ کو پیاس لگی، اور انھوں نے لوگوں سے پانی مانگا، مگر کسی نے ان کو پانی نہ دیا، سامنے ایک حلالخور کھڑا تھا، آپ نے اس سے کہا کہ تو حلالخور ہے، تیرا پانی مجھکو ان حرام خوروں کے مقابلہ میں پاک ہے، تو جا اور پانی کا پیالہ لایا، اور سید نے حلال خور کا پانی پیا، اور پی کر فرمایا۔ "جا تجھ کو ہم نے لال پیر دیا، اور تو سُرخرو ہوا، قیامتہ کے دن حوض کوثر کا پہلا پیالہ حلالخوروں کو دونگا،

حلالخوروں پر بیوی فاطمہؓ کی چٹکی

حلالخوروں کا بیان ہے، کہ ہم لوگ جو بیماروں کی گندگی صاف کرتے ہیں اور ہم پر اسکا کچھ اثر نہیں ہوتا، یعنی بیماری کی چھوت نہیں لگتی، یہ حضرت بی بی فاطمہؓ کا اثر ہے، کیونکہ ایکدن حضرت امام حسینؑ بیمار تھے، اور ان کو دستوں کی شکایت تھی، حضرت بی بیؓ نے حلال خوری کو بلاکر وہ گندگی صاف کرائی، اور دیکھا، کہ اس نے خوشی خوشی وہ گندگی صاف کی، اور ذرا کراہیت اسکو نہ آئی، تو وہ بہت خوش ہوئیں۔ اور زمین سے خاک کی چٹکی اٹھا کر اس پر ڈالدی، اور فرمایا، جا قیامت تک اس چٹکی کی برکت

سے تیری قوم کو گندگی اٹھانے سے کوئی بیماری نہ ہونے پائیگی،

رزق کا فرشتہ حلالخوروں کے دامن تلے

حلالخوروں میں روایت ہے، کہ رزق کے فرشتہ پر مکھیاں بہت بھنک رہی تھیں، کیونکہ کھانے پینے کی چیز پر مکھیاں بہت آیا کرتی ہیں، پیر پیغمبروں نے رزق کے فرشتہ کی صورت دیکھی، تو ان کو بہت گھن آئی، اور انھوں نے اللہ میاں سے کہا، کہ اس کو ہمارے پاس سے کہیں دور نکالدے، اللہ میاں نے پیر پیغمبروں کی بات مان لی، اور رزق کے فرشتے سے کہا کہ جا بھائی تو بھاڈلی حلال خوری کے پاس جاکر چھپ جا،

رزق کا فرشتہ بھاڈلی حلالخوری کے پاس آیا، اور کہا، کہ میرے پیر پیغمبر دشمن ہو گئے ہیں، اور اللہ میاں نے مجھکو تیرے پاس بھیجا ہے، مجھہ کو تو اپنے پاس جگہ دے، بھاڈلی نے کہا، پیر پیغمبروں سے چھپنا ہے، تو میری اناج کی کوٹھی میں چھپ جا، رزق کے فرشتے نے ایسا ہی کیا اور بھاڈلی کی کوٹھی میں جاکر چھپ گیا، فرشتے کے چھپتے ہی پیر پیغمبروں کو بھوک لگی، اور وہ سب رزق ڈھونڈنے لگے، مگر ان کو رزق کہیں نہ ملا، کیونکہ رزق کا فرشتہ تو چھپا ہوا تھا، بندوں کو رزق کون تقسیم کرتا،

جب پیر پیغمبروں کو بہت تکلیف ہوئی، تو وہ سب جمع ہو کر اللہ میاں کے پاس گئے، اور ان سے کہا، کہ ہمیں بھوک لگی ہے، رزق کے فرشتے کو بلوا کر ہمیں کھانا دلوا، اللہ میاں نے کہا، کہ میں نے تو رزق کے فرشتے کا اختیار بھاڈلی حلال خوری کو دیدیا ہے، تم اُس سے جاکر کہو،

پیر پیغمبر بھاڈلی حلالخوری کے پاس آئے، اور اس سے رزق کا فرشتہ مانگا، بھاڈلی نے کہا، تم نے خدا کے فرشتے سے گھن کھائی، میں اس کو

نہیں دونگی،

پیر پیغمبروں نے جب بہت کچھ کہا سُنا، تو بھاڈلی نے کہا اچھا اس شرط پر فرشتے کو دیتی ہوں، کہ تم پھر کبھی خدا کی کسی چیز سے گھن نہ کرنا، اور اس کو نفرت سے نہ دیکھنا، پیر پیغمبروں نے کہا، کہ ہم کبھی ایسا نہ کرینگے، اور عہد کرتے ہیں، کہ خدا کی بنائی ہوئی کسی چیز سے ہم کو نفرت نہ ہوگی، تو بھاڈلی حلالخوری نے کہا، تم لوگ اگر وعدہ خلافی کرو تو اس کا کیا علاج ؟

پیر پیغمبروں نے کہا، تم ہماری ضمانت لے لو، بھاڈلی نے کہا، اچھا، تم چاند سورج کو ضمانت میں دیدو، اور پیر پیغمبروں نے ایسا ہی کیا، جب چاند، سورج کی ضمانت ہوگئی، تو بھاڈلی نے اناج کی کوٹھی کھولکر رزق کے فرشتے کو باہر نکالا، اور پیر پیغمبروں کو دیدیا،

چاند سورج کو جو گہن لگتا ہے، اس کی وجہ وہی ضمانت ہے، جو پیر پیغمبروں نے دی تھی، اللہ میاں نے ضمانت کی یادگار بنادی ہے، اور گہن کیوقت جو حلال خوروں کو اناج دیا جاتا ہے، اس کا سبب بھی یہی ہے، کہ حلال خوری کی ضمانت کے سبب چاند سورج کو یہ تکلیف اٹھانی پڑتی ہے، اگر حلالخوروں کو اناج نہ دیا جائے، تو چاند سورج کبھی گہن سے چھٹکارا نہ پائیں،

ایک ہندوانہ روایت

سلطان سکندر (غالباً سکندر سوری)، کا ایک جاروب کش جیون نامی تھا، اور اپنی خدمات کی عمدگی کے سبب سکندری سرکار سے بہت انعام واکرام حاصل کرتا تھا،

جیون کے اولاد نہ تھی، اور اس کی بہت تمنا رکھتا تھا اگر وہ کبھی سے ایک

دن ایک درویش لال بیگ نام سرخ لباس میں آئے، اور تین دن شہر میں پھرتے رہے، نہ کچھ کھایا، نہ کسی سے بات کی، تیسرے دن وہ جیون کے دروازے پر آئے، اور کہا کچھ کھانا ہو تو نکالا، جیون گھر سے نکلا، اور کہا، جناب شاید آپ کو معلوم نہیں، کہ میں خاکروب ہوں، اور خاکروب کے ہاتھ کا کوئی شریف آدمی کھانا نہیں کھاتا، لال بیگ نے کہا، کیا خاکروب کو خدا نے پیدا نہیں کیا،

جیون نے جواب دیا، بیشک خدا ہی نے ہم کو بھی پیدا کیا ہے، مگر بہت سے آدمی جو خدا کی مخلوق ہیں، ہم سے پرہیز کرتے ہیں،

لال بیگ یہ سُنکر جوش میں آگئے، اور کہا میں آدمیوں سے کچھ غرض نہیں رکھتا، میں خالق کے سامنے مخلوق کی کوئی بات نہیں مانتا، لا مجھے کھانا دے، میں اسے کھاؤنگا، اور بناوٹی رسم کو توڑونگا،

لے جیون! آدمی پاک پیدا ہوا ہے، اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی، نفس کے غرور میں ایسی گندگی ہے، کہ اس کا پاک کرنا کسی چیز سے بھی ممکن نہیں، تم لوگ ظاہر کی غلاظت کو صاف کرتے ہو، اور اس سے تمہارا بدن صاف ہوجاتا ہے، مگر جو لوگ ظاہر کی غلاظت سے بچاؤ کرتے ہیں، اور تم کو گندہ جانتے ہیں، ان کا اندرون نجس ہوجاتا ہے، اور پھر دوزخ کی آگ کے سوا کسی چیز سے وہ گندگی دور نہیں ہوسکتی۔

مجھے خدا نے اسی واسطے بھیجا ہے، کہ آدمیوں کو ان کے غرور سے بچاؤں، اور تمہارے دکھے ہوئے دل کو تسلی دوں، جس پر یہ متکبر ٹھیس لگایا کرتے ہیں،

جیون لال بیگ کی بات سُنکر ان کا معتقد ہوگیا، ان کو کھانا کھلایا، اور پھر ان سے بیعت بھی کرلی، جیون نے لال بیگ سے اولاد کی دعا

جیسا ہی،

اس پر لال بیگ نے کہا، تیرے سات لڑکے ہوں گے، ان سب کے نام میرے نام پر رکھیو، کیونکہ وہ میرے مذہب کے علمبردار ہوں گے،

چنانچہ خدا نے لال بیگ کی دعا سے جیون کو سات بیٹے دئے، اور وہ دادمندی کی زندگی بسر کرنے لگا،

ایکدن کا ذکر ہے، سلطان سکندر نے کسی بات سے خوش ہوکر جیون کو خاصہ کا گھوڑا انعام دیا، جیون اس کو لیکر لال بیگ کے پاس آیا، لال بیگ نے یہ گھوڑا پسند کیا، اور فرمایا، اس کو ذبح کرکے مجھہ کو کھلا، جیون نے کسی بات کا خوف نہ کیا، اور گھوڑا ذبح کرڈالا، اس کے دوستوں نے کہا، دیوانے بادشاہ کو خبر ہوگئی، تو وہ بہت ناراض ہوگا، اس واسطے مصلحت یہ ہے، کہ کچھہ گوشت قاضی شہر کو بھی بھیجدے، تاکہ بات چھپی رہے، جیون نے ایسا ہی کیا، مگر اسپر بھی خبر نہ چھپ سکی، اور بادشاہ تک پہنچ گئی، اور وہ بہت بگڑا جیون کو سامنے بلایا، اور کہا، اگر شام تک تیرے امانچہ نے گھوڑا زندہ نہ کردیا تو تیرا معہ بچوں کے خاتمہ کردیا جائیگا،

جیون روتا ہوا لال بیگ کے پاس گیا، اور سارا ماجرا ان سے بیان کیا، لال بیگ نے حکم دیا، گھوڑے کی کھال اور ہڈیاں سامنے لاؤ، کھال اور ہڈیاں جمع کی گئیں، تو انھوں نے دعا مانگی، اور گھوڑا زندہ ہوکر کھڑا ہوگیا، مگر وہ تین پاؤں کا تھا، کیونکہ ایک پاؤں قاضی کو بھیج دیا تھا،

جیون نے کہا، حضور! بادشاہ تین ٹانگ کا گھوڑا نہیں لیگا، لال بیگ نے جواب دیا، کہدینا! جو تھی ٹانگ تمہارے قاضی نے کھائی ہے، ان سے لیکر وہ جوڑ دیں گے، کیونکہ وہ اللہ کے بندوں پر حکم چلایا کرتے ہیں اور غریبوں کو حقیر سمجھتے ہیں،

جیون نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوکر گھوڑا پیش کیا، بادشاہ اس کرامت سے حیران ہوگیا، کیونکہ اس کو لال بیگ سے عقیدت پیدا ہو گئی،

اس کے بھی اولاد نہ تھی، اس نے چاہا کہ لال بیگ سے اولاد کی درخواست کرے، اور جیون کو حکم دیا کہ اپنے امام کو دربار میں حاضر کر، جیون گھر گیا، تو لال بیگ کو نہ پایا، وہ کہیں غائب ہوگئے تھے، بادشاہ کو خبر دی، وہ ناراض ہوا، اور جیون کے غرق کرنے کا حکم دیا، اور کہا، بال بچوں سمیت ڈبودو، غرض اس میں یہ تھی، کہ جیون کی محبت کے سبب لال بیگ پھر ظاہر ہو جائینگے، مگر لال بیگ ظاہر نہ ہوئے، اور جیون ساتوں لڑکوں سمیت دریا پر غرق کرنے کو بھیج دیا گیا،

جیون کے چھوٹے لڑکے نے بادشاہ سے رحم کی درخواست کی، اور اس کی جان بخشی ہوگئی، اس کو شیخ مہتر لقب ملا، اور روشن چوکی کا عہدہ دیا گیا، باقی لڑکے جیون کے ساتھ گئے، راستہ میں ایک لڑکا خود بخود غائب ہوگیا، اور اس کا نام راہوت ہوا، دوسرا وہاں کے کھیت میں چھپ گیا، اور ڈھانک نام پایا، تیسرا بانسوں کے جنگل میں بھاگ گیا، اور بانس پھوڑ مشہور ہوا، چوتھا مٹکے کے سہارے تیرتا ہوا کلکتہ چلا گیا، اس کا نام ہری تھرا، پانچواں ڈوبتا تیرتا فیض آباد جا کر نکلا، اس کا نام ہنتیلا ہے، چھٹے کو ماہی گیروں نے نکال کر بادشاہ کے سامنے پیش کیا، اور اس کو جاروب کشی کی خدمت ملی، اس کا نام سمن تھا، مگر بعد میں لال بیگی مشہور ہوا،

جیون اور اس کا متبنیٰ کشتی میں قریب غرق کے تھے، لال بیگ نمودار ہوئے، اور کشتی کو بچا کر امرتسر میں ڈالدیا، امرتسر میں اس وقت گرو گوبند سنگھ کا زمانہ تھا، جیون کو ان کے سامنے پیش کیا گیا، انہوں نے جیون کے حالات

سنگر کہا، تو لال بیگ کا چیلا ہوا، اس کے پاس کوئی کتاب بھی تھی، جیون نے کہا، تو کیا آپ کے پاس کتاب ہے، گرو گوبند سنگھ نے گرنتھ صاحب کو پیش کیا، جیون اس کا مضمون سنکر گرو صاحب کا چیلہ ہوگیا، اور اس سے سکھوں کی ایک جداگانہ شاخ چلی،

جیون کا منہ بولا بیٹا گرو کا مرید نہیں ہوا، وہ دہلی چلا آیا، اور یہاں آکر اس نے اپنے دینی باپ جیون کے خلاف جد و جہد شروع کی، اور کہا، کہ ہم لال بیگ کے مرید ہوکر ہندوؤں کے کیس (بال) سر پر نہیں رکھیں گے، اور ایک مسلمان درویش سلطان سرور کی خدمت سے فیض حاصل کر کے لال بیگی پنتھ سرور سلطانی کے نام سے چلایا،

اسی اثنا میں بادشاہ دہلی کی سکھوں سے جنگ ہوئی، اور اس میں ایک گرو صاحب قتل ہوگئے، اور ان کا سر قلعہ کے کنگورے پر لٹکایا گیا، اسپر کسی چیلہ کی ہمت نہ ہوئی، کہ گرو کے سر کو وہاں سے لاتا، مگر جیون امرتسر سے دہلی آیا، اور اپنے بیٹے دشمن کے ذریعہ سے جو قلعہ کی جاروب کشی پر مقرر تھا، خفیہ یہ سر اتار کر امرتسر لے گیا،

سکھوں میں مشہور ہے کہ جس وقت یہ سر گرو صاحب کے جسم سے جوڑا گیا، وہ زندہ ہوگئے، اور یہ شعر پڑھ کر پھر مر گئے،

پن رکشس نے کاٹا سیسا ؛ سری اشکیت جگت کا عیسیٰ

پاپی نے گلا کاٹا

اے نجات دہندۂ دنیا عیسیٰ آؤ!

اس شعر میں انگریزوں کے آنے کی پیشینگوئی تھی، اور اسی واقعہ کے سبب کہتے ہیں، کہ سکھ جیون کے لال بیگی طریقہ والے خاکروبوں کے ہاتھ کا کھانا کھا لیتے ہیں؛

ایک اور قصّہ

بالمیک سے ایک مغل عورت نے آکر شکایت کی، کہ میرے اولاد نہیں ہوتی، اگر تمہاری دعا سے میرے لڑکے پیدا ہوں، تو میں ایک لڑکا خدمت کے لئے پیش کروں،

القصہ بالمیک جی کی دعا سے اس عورت کے جوڑا کا پہلی مرتبہ پیدا ہوا بڑا ہونے پر اس کو بالمیک جی کی نذر کیا گیا، (اس لڑکے کا نام اس کی ماں نے لال بیگ رکھا تھا،) بالمیک اس کو بنارس لے گئے، بنارس میں ۹۶ کروڑ ہندو دیوتا آباد تھے، وہ سب بالمیک کے پیرو ہو کر کناس (چنڈال) بنگئے اور مقام چنڈال گڑھ میں جو بنارس سے سات کوس کے فاصلہ پر آباد ہے، جا کر آباد ہو گئے،

ہر روز صبح کو چنڈال گڑھ سے آکر بنارس میں خاکروبوں کی طرح جاروب کشی کرتے تھے، اہل بنارس جن کے اصل معبود دیوتا تھے، اور وہ خاکروبوں کی صورت نہیں دیکھتے تھے، اس لئے چنڈال گڑھ کے یہ خاکروب شہر میں داخل ہوتے وقت دف بجایا کرتے تھے، دف کی آواز سنکر سب اہل بنارس اپنے گھروں میں چلے جاتے تھے، یہ لوگ جھاڑو دینے سے فارغ ہو کر جب واپس ہوتے تو دوبارہ دف بجاتے، اس آواز پر اہل شہر گھروں سے نکل کر اپنے کاروبار میں مصروف ہو جاتے،

بالمیک نے یہ کیفیت دیکھ کر اپنے کو چھپایا نہیں، بلکہ لوگوں سے چھپنے کا سبب دریافت کیا، انہوں نے کہا، خاکروبوں کو دیکھنا منع ہے، بالمیک کو ہندوؤں کی یہ نفرت بہت ناگوار ہوئی، اور انہوں نے اس رنج سے کہ میری قوم کے ساتھ ہندو ایسی نفرت کرتے ہیں، خودکشی کر لی،

بالمیک کے مرنے کے بعد اس کے جسم سے اسقدر خون جاری ہوا، کہ کوئی ہندو لاش کو چھو نہیں سکتا تھا، آخر ایک ہندو کسی حلال خور کو بلانے کیلئے چنڈال گڑھ پہنچا، اور وہاں سب حلال خوروں سے یہ ماجرا کہا، حلال خور بنارس میں آئے، اور بالمیک کی لاش کو گنگا میں بہادیا، مگر ہندوؤں نے اس کی لاش کو پھر اسیطرح ایک دوسرے مکان میں موجود پایا، دوبارہ حلالخوروں کو بلایا گیا، اور انھوں نے لاش کو پھر دریا میں بہادیا، مگر اب ایک تیسرے مکان میں ہندوؤں نے لاش کو اسی طرح موجود پایا، اور پھر حلال خوروں کو بلاکر لاش کو دریا میں بہایا گیا، مگر لاش عرصہ تک اسی طرح ایک نئے گھر میں موجود ہوجاتی تھی، یہ دیکھکر لوگوں کو بہت ڈر ہوا، کہ کہیں ہم پر غیب کی کوئی بلا نہ آجائے،

اس اثنا میں ایک ہندو نے بالمیک کو خواب میں دیکھا، کہ وہ کہہ رہے ہیں، جبتک اہل شہر حلال خوروں کی صورت سے بیزار رہینگے، میری لاش شہر کو نہیں چھوڑیگی، اس روز سے سب لوگ حلال خوروں کو عام طور پر دیکھنے لگے، اور ان سے چھپنا موقوف کردیا، اب کی مرتبہ حلالخوروں نے لاش کو دریا میں ڈالنا چاہا، تو بالمیک کی لاش مقام چنڈال گڑھ کی طرف روانہ ہوئی، اور جب اس کا مردہ جسم وہاں پہنچا، تو ان تمام حلالخوروں کے گھر جو بوریئے کے بنے ہوئے تھے، خالص سونے کے ہوگئے، یہ وہ سچائی کا زمانہ تھا جس کو ستجگ کہتے ہیں،

بنارس کے حلالخوروں کی روایت

بنارس کے حلال خور کہتے ہیں، پانچوں پانڈوں میں سب سے چھوٹا نکل مشہور و معروف تھا، کوروں کو ہزیمت دینے کے بعد پانچوں بھائیوں نے بھارت ورش کے تمام حکمرانوں (جس میں کرشنا بھی شامل تھا) کی دعوت کی جس مکان میں دعوت کے لئے چوکہ لگایا گیا تھا، مہمانوں کے آنے سے پہلے وہاں ایک مری ہوئی گائے تھی، پانچوں بھائیوں نے کہا، کہ اس مردار کو یہاں سے پھینکنا چاہیئے، ورنہ شاہزادے ہمارے ساتھ ہرگز کھانا نہیں کھائیں گے، اور ہم سب کی بڑی ذلت ہوگی، لیکن گائے کو اٹھا کر پھینکنے کے متعلق آپس میں جھگڑا ہوا، ہر شخص ہاتھ لگانے سے انکار کرتا تھا،

آخر ارجن نے نکل (بالمیک) سے پیار و محبت سے کہا، کہ پیارے نکل! تم اس مردار کو اٹھا کر پھینک دو، نکل نے بغیر پس و پیش کے اس مردار کو اٹھا لیا، مگر نکل کے مردار اٹھاتے ہی ارجن اس سے دور بھاگا، اور بعد اظہار نفرت کرتے ہوئے وید اور شاستر کی قسم کھائی، کہ اب چاروں بھائی تیرے ساتھ ایک لقمہ بھی نہیں کھائیں گے،

نکل نے جب دیکھا، کہ عاجزی اور منت کچھ کام نہیں دیتی، تو مجبوراً مردار کو اٹھائے ہوئے ریگستان کی طرف چلا گیا، مگر ان چاروں بھائیوں کو اس دغابازی کی یہ سزا ملی، کہ جب شاہزادے دعوت کھانے کے لئے آئے، تو پانڈوں سے کہنے لگے، کہ تم ہمارے میزبان ہو سکتے ہو؟ حالانکہ تمہارے ہاتھ ایک نہیں سوا ایک بھائیوں کے خون سے آلودہ ہیں، تم پہلے اپنے گناہوں کو کوہ ہمالیہ کی برف میں جاکر دھوؤ، پھر ہمارے لئے دسترخوان بچھا سکتے

ہو، یہ کہکر سب کے سب اظہار نفرت کرتے ہوئے چلے گئے،

اس کے بعد چاروں پانڈوں نے اپنی سلطنت مہاراجہ پر یچھپت کے کے سپرد کر کے ہمالیہ کا رُخ کیا، اور وہاں پہنچ کر برف کی سردی سے ہلاک ہو گئے،

نکل (جو آپ بالنیک کے لقب سے مشہور تھا،) مردار کو ریگستان میں ڈال کر حیران و پریشان بھوکا پیاسا تھا، اس نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہا، پروردگار! میرے پاس خوراک کا کوئی سامان نہیں، میں کیا کھاؤں؟ فوراً وہ مردار زندہ ہو گیا، اور نکل کے واسطے بہت سا دودھ دینا شروع کیا، نکل نے شکم سیر ہو کر دودھ پیا، جس طرح یکایک وہ گائے زندہ ہوئی تھی، اسی طرح یکایک پھر مر گئی،

نکل (بالنیک) یہ دیکھ کر زار زار رونے لگا، یکایک غیب سے یہ آواز آئی، کہ اس کے پٹھوں کا چھاج بنا اور اسکی نال سے چھلنی تیار کر، بالنیک نے ایسا ہی کیا، چنانچہ اس کی صنعت پر بالنیک کا سوتیج خطاب مشہور ہو گیا، اور چونکہ ہندوؤں نے اس کے ساتھ فریب کیا تھا، اس لئے سوتیج کے دل میں انکی طرف سے کینہ بھرا ہوا تھا،

چنانچہ سوتیج ایسی دور دراز جگہ چلا گیا، جہاں اسے کوئی پہچان نہ سکے، وہاں جا کر اس نے مردار گائیوں کے پٹھوں اور کھالوں سے بکثرت چھاج اور چھلنیاں تیار کیں، اور شہر میں آ کر ہندوؤں کے ہاتھ بیچنی شروع کیں، سادہ لوح ہندو اطمینان سے ان چھلنیوں کو خریدتے اور استعمال کرتے رہے،

بالنیک نے چند روز کے بعد ایک دن بیچ بازار میں کھڑے ہو کر بلند آواز سے صدا لگا کر کہا، اے ہندوؤ! تمہیں کچھ معلوم بھی ہے کہ تم کیا کھاتے

ہو؟ تمہارا غلہ اور آٹا ان چھاجوں اور چھلنیوں میں پھٹکا اور چھانا جاتا ہے، جو گائے کے پٹھوں اور آنتوں سے بن کر تیار ہوتے ہیں، اور ان کو وہ ہاتھ بناتے ہیں، جنہوں نے مردار گائے کے خون کو چھوا تھا،

یہ سنکر تمام ہندو لاٹھیاں اور پتھر لے کر اس پر حملہ آور ہوئے، مگر وہ جنگل میں بھاگ گیا، انھوں نے ہر چند تعاقب کیا، مگر پھر اس کا پتہ نہ ملا،

اس کے بعد بالنیک نے اپنا نام بیراگی مشہور کیا، اور پہاڑ کے غار میں مقیم ہو کر عبادت میں مشغول ہو گیا، یہ مقام الہ آباد اور گوپی گنج کے درمیان واقع ہے، اور آج تک بیراگی نالہ کے نام سے مشہور ہے، اس جنگل میں ایک عورت ستی نامی پھرا کرتی تھی، جس کو بچپن سے جنگل میں چھوڑ دیا گیا تھا، اور وہ جنگلی درندوں کی طرح وحشی تھی، بالنیک نے اس کو اپنی زوجیت میں لے لیا، اس سے دو لڑکے پیدا ہوئے، ایک کا نام جیون دوسرے کا نام کلوا تھا،

آخر بالنیک نے قزاقی کا پیشہ اختیار کیا، یعنی ٹھگ بن کر ہندو مسافروں کو لوٹنے لگا، ہر ایک مسافر سے جبراً اس کا جنیو چھین کر اتار لیتا، اور بیل کے درخت پر لٹکا دیتا، اور اس کا مال و اسباب جو کچھ ہوتا وہ لوٹ کر اپنی معشوقہ ستی اور بال بچوں پر خرچ کرتا۔ اب اس گاؤں کے لوگ اس کو چنڈال کہنے لگے، اور یہ نام اتنا کریہہ سمجھا جاتا تھا، کہ صبح کے وقت یہ نام لینا خوفناک سمجھتے تھے،

ایک روز نانک شاہ کسی مزار پر جا رہے تھے، اس چنڈال نے ان کو بھی لوٹنا چاہا، نانک شاہ نے کہا، تو مجھے کیوں لوٹتا ہے؟ تب چنڈال نے دیکھا کہ یہ میرے ارادہ سے آگاہ ہو گیا، تو شرمندہ ہو کر گردن جھکا لی، اور آہستہ سے کہا، کہ بیوی بچوں کے خرچ کے لئے تیرا مال چاہتا ہوں،

نانک شاہ نے جواب میں کہا، کہ تو نے جو انکی خاطر اپنے کو ملعون بنایا

ہے، کبھی تو نے ان سے یہ بھی پوچھا، کہ وہ تیرے شکر گزار بھی ہیں ؟" یہ

چنڈال شرمندہ اور خاموش ہو کر ستی کی جھونپڑی میں پہنچا، اور کہا، "میں تمہارے واسطے خوراک کا کچھ سامان نہیں لایا، کیونکہ میں خدا کی لعنت سے ڈرتا ہوں، ستی یہ سن کر غضبناک ہو گئی، اور کہا مجھے اس سے مطلب نہیں، خواہ تو ملعون بن یا نہ بن، ہمارے لئے خوراک لا،

چنڈال نانک شاہ کے پاس واپس گیا، اور کہا کہ مجھ کو شیطان نے اندھا کر دیا تھا، جس کی وجہ سے یہ پیشہ اختیار کیا، اب میں توبہ کرتا ہوں، مجھے اپنے مریدوں کے حلقے میں شامل کیجئے، یہ کہکر وہ نانک شاہ کے ساتھ ساتھ شہر چنار تک گیا، وہاں ایک پہاڑ ہے،

جب اُس پہاڑ سے آگے کو کوچ کیا، تو چنڈال نے اپنے بیوی بچوں کو اُس پہاڑ پر چھوڑ کر کہا، کہ جب تک میں واپس نہ آؤں، تم اس پہاڑ پر رہو ستی نے کہا، کہ اتنی مدت تک کیسے بسر ہو گی؟ چنڈال نے کہا، لوگوں کے دروازے پر جھاڑو دیا کر، اور کالو چونکہ ابھی چھوٹا ہے، وہ تو کچھ کر نہیں سکتا، مگر جیون کو چاہیئے، کہ مردار ونکے پٹھے سے چھلنیاں تیار کر کے فروخت کرے اور کام چلائے،

اس کے بعد چنڈال اپنے مرشد نانک شاہ کے ہمراہ تربتی میں گیا، چنار کے باشندے، چنڈال کی عارضی بود و باش سے کراہت کرتے تھے، اس لئے وہ چنار چھوڑ کر کاشی میں چلے گئے، اور چنار کا نام اسی وجہ سے چنڈال گڈھ ہو گیا، اور آج تک صبح کے وقت کوئی شخص چنڈال گڈھ کا نام نہیں لیتا، اور اُس پہاڑ کا نام اس واقعہ کے بعد سے "گرا پہاڑ" مشہور ہوا۔

نانک شاہ نے تربتی میں پہنچکر چنڈال کو نیچے کے ہونٹ تک جمنا کے پانی میں کھڑا کیا، اور کہا، کہ برابر "راما، راما" کہے جا، چنڈال پانی میں

کھڑا ہوکر موت کے خیال میں ایسا محو ہوا کہ "مارا، مارا" کے سوا کچھ نہ کہہ سکتا تھا، اس کی زبان سے ہر وقت یہی لفظ نکلتا تھا، نانک شاہ نے کہا، بیٹا! میں تیارت کے لئے جاتا ہوں، جبتک میں واپس آؤں، راما، راما، کا ورد جاری رکھیو،

نانک شاہ کے جانے کے بعد بارہ برس تک اس کی زبان درست نہیں ہوئی، اور اس کے بیوفا ہونٹ مارا، مارا، کے سوا کچھ نہ کہہ سکے، عرصہ کے بعد اس کا تلفظ درست ہوگا، اور مارا، مارا، کی بجائے راما، راما، کہنے لگا،

اسی اثنا میں نانک شاہ بھی واپس آگئے، دریافت کیا، بیٹا کیا کہتے ہو؟ چنڈال نے کہا، راما! راما!، نانک شاہ نے کہا، اب تو پاک ہوگیا، اور اسکو بغل میں لیکر سینہ سے لگا لیا، آج سے چنڈال نے اپنا نام "بال ریکھہ" تجویز کیا، اور راہبانہ زندگی اختیار کر کے جنگل میں پوشیدہ ہوگیا،

اس عرصہ میں ستی اور اس کے بچوں کی حالت متواتر فاقوں سے بہت خراب ہوگئی، اور بھوک شدت سے مرنے کے قریب ہوگئے،

مایوس ہوکر ستی نے جناب رب العزت میں اپنے گناہوں سے توبہ کی، اور اپنے مفرور شوہر کے بتائے ہوئے طریقہ پر گزران کرنے کی اجازت چاہی، دعا قبول ہونے کے بعد جب ستی نے شہر جبار کے سب مکانوں کو خالی دیکھا، تو بنارس پہنچکر راجہ کے محل کے دروازہ پر جھاڑ دینی شروع کی، راجہ نے دریافت کیا، یہ کون ہے؟ جواب دیا گیا کہ ستی نے جناب باری میں اپنے گناہوں سے معافی مانگ کر اپنے شوہر کے حکم پر عمل کیا ہے، اور یہ دعا قبول ہونے کی علامت ہے،

اس کے بعد ستی وہاں سے چلی گئی، اور راجہ کے آدمی اسکو تلاش کرتے رہے، مگر ستی انکو نہیں ملی،

جیون کو ایک مسلمان اپنے ہمراہ دہلی لے گیا تھا، صرف کالو بڑا ہوا تھا، اسکو بنارس لے گئے، جب کالو جوان ہوگیا، تو راجہ نے ایک لونڈی جمنا نامی اسکو دیدی، کالو نے چھلنی اور چھاج بنا بنا کر کافی دولت جمع کرلی، اور خاصہ لدا بن گیا،

چونکہ کالو کی جمنا سے کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی، اس لئے اس نے ایک ناکو بچے بالک نامی کو متبنیٰ بنا لیا، ایک روز راجہ بنارس کو بتایا گیا کہ کالو، چنڈال کا لڑکا ہے، لہذا حکم دیا، کہ بازاروں میں جھاڑو دیا کرے، اور مُردوں کو جلایا کرے، کالو اس حکم سے ناخوش اور رنجیدہ ہوا، تو یہ عہدہ راجہ ہریش چندر کے سپرد کیا گیا،

جب ہریش چندر کو جنت میں بلایا گیا، تو سب اہل بنارس نے کالو سے درخواست کی، کہ وہ اس کو لے جائے، جمنا نے انکار کیا، اور کہا، کہ جس وقت ہریشچند گزر رہے تھے، تو میں نے اپنے شیرخوار بچے کو ہاتھوں پر اٹھایا، اور عاجزی سے کہا، کہ مہربانی فرما کر مجھے اپنی نشانی دیتے جاؤ، ہریشچندر نے جواب دیا، کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے، جو بخش دوں، البتہ دریا کے کنارے مردے جلانے کا حق ہے، وہ میں نے اس کو بخشدیا، اسی وجہ سے کالو کے جنت میں جانے کے بعد مردے جلانے کا حق بالک کے سپرد ہوا، اسی بالک سے (گھسیا ڈوم) کی نسل چلی، اور اس نسل نے اپنی مربی کی یادگار میں اپنا لقب ہریش چندری، اور ڈوم راجا، مقرر کیا،

انہی واقعات کے اثنا میں جیون، سلطان سکندر شاہ کا ملازم ہو گیا، اور کمال وفاداری کے ساتھ جاروب کشی کی خدمت انجام دینے کی بدولت بڑا مالدار ہوگیا، مگر اس دولت و ریاضت کے ساتھ اسکے کوئی اولاد نصیب نہیں ہوئی،

لال بیگ نام ایک سرخ پوش عابد گڑھ گنجی سے آیا ہوا تھا، اور تین دن سے شہر میں بھوکا پیاسا پھر رہا تھا، تیسرے روز وہ جیون کے دروازے پر آیا، اور کہا، کہ مجھے کچھ کھانے کے لئے دو، تاکہ میں یہ رات بسر کر دوں، جیون نے متحیر ہو کر کہا، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں بھنگی ہوں، اور لوگ بھنگی کے ہاتھ کی کوئی چیز نہیں کھاتے، لال بیگ نے کہا کیوں؟ کیا تمہیں خدا نے پیدا نہیں کیا؟ جیون نے کہا، مخلوق ہونے سے کیا فائدہ، جب آدمی اس سے متنفر ہوں، لال بیگ نے جواب دیا کہ میں ان کی پیروی نہیں کرتا، میں خدا کا پیرو ہوں، یہ کہکر لال بیگ نے حلال خوروں کے ساتھ کھانا شروع کیا،

جب لال بیگ وہاں سے رخصت ہونے لگا، تو اس نے جیون سے کہا، تو نے بہت اچھی طرح میری مہمانی کی، اور میں تجھ سے بہت خوش ہوں، تیری جو آرزو ہو، بیان کر، تاکہ میں اسے پورا کروں، جیون نے لال بیگ کے قدموں میں گر کر اولاد کی خواہش کی، لال بیگ نے کہا، کہ تیرے سات لڑکے ہوں گے، ان ساتوں لڑکوں کو میرے نام پر نذر کر دینا، وہ سب میرے نام پر لال بیگی کے نام سے مشہور ہوں گے، چند روز کے بعد پیشینگوئی سچی ثابت ہوئی، اور جیون کے سات لڑکے پیدا ہوئے، اور ساتوں لال بیگی کے نام سے مشہور ہوئے،

گورداسپور اور امرتسر کے مہتروں کا خیال

گورداسپور اور امرتسر کے حلال خور اپنے فرقہ کی نسبت ایک عجیب قصہ بیان کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں، دراصل ہم برہمن تھے، ہمارا قصہ یوں ہے، کہ :۔

ست جگ میں چار بھائی برہمن تھے، اور وہ جنگل میں رہا کرتے تھے، اتفاق سے ان کی ایک گائے مر گئی، اس کی لاش اٹھا کر پھینکنے کے متعلق ان کے آپس میں جھگڑا ہوا، آخر کار سب سے چھوٹا بھائی اس شرط پر راضی ہوا، کہ اگر اس مردار کے چھونے کی وجہ سے مجھ کو برادری سے خارج نہ کیا جائے، تو میں اٹھا کر پھینک دوں،

اُسوقت توسب نے عہد و پیمان کر لیا، مگر جب وہ مردار کو پھینک کر واپس آیا، تو سب نے عہد شکنی کی، اور اسکو برادری میں داخل نہیں کیا، اور ایک وقت مقرر کر کے کہا، کہ فلاں وقت آؤ، جب وہ اس مقررہ وقت پر آیا، تو پھر لیت ولعل کر کے ٹال دیا، اور کہا، کہ دن کے چوتھے گھنٹے میں آؤ، جب وہ اس وقت آیا، تو پھر فریب دیکر کہا، کہ چوتھے روز آؤ، جب وہ حسب وعدہ اُس روز آیا، تو کہدیا، کہ چوتھے ہفتہ کو آؤ تو بہت اچھا ہو، وہ مقرر ہفتہ کو پہنچا، تو کہا، کہ چوتھے مہینے میں آؤ، اُس وقت پہنچا، تو کہا، کہ اب سے چار سال کے بعد آؤ، غرض اسی طرح ٹالتے رہے، آخر کار کہدیا، کہ جب تک چوتھا جگ نہ آئیگا، یہ بھائی برادری کے دائرہ میں شامل نہ ہو سکیگا، چنانچہ موجودہ زمانہ ہندؤں کا چوتھا دور ہے، مہتر کہتے ہیں، کہ اب

ہماری اگلی شان وشوکت لوٹنے کا وقت قریب آگیا ہے،

مہتروں کی ایک دوسری جماعت کا خیال ہے، کہ ایک روز شیو کو مستی ہوئی، اور اس مستی کی حالت میں کچھ مدھ (مادۂ تولید) اس سے خارج ہوا، اس نے مدھ کو ہاتھ میں لیا، اور ایک ہیئت انسانی میں تبدیل کرکے انجنا کے کان میں ڈال دیا، اور اس سے ہنومان پیدا ہوا، اور ہنومان نے اس مدھ کو لال بٹہ پر ملا اس سے لال بیگ پیدا ہوا،

ایک دوسرے گروہ کا خیال ہے، کہ لال بیگ کا باپ مغل تھا، ابتدائی عرصہ تک اس کے کوئی اولاد نہیں ہوئی، اسکو معلوم ہوا، کہ قریب ہی جنگل میں ایک بزرگ بالمیک نامی رہتا ہے، لال بیگ کا باپ اس کے پاس گیا، اور دعا کا ملتمس ہوا، چنانچہ بالمیک کی دعا سے اس کے ایک لڑکا پیدا ہوا، جس کا نام لال بیگ رکھا گیا،

اس اثناء میں پانڈے اُس سب سے بڑی قربانی کی تکمیل کے اہتمام میں مصروف تھے، جس کا انجام کو پہنچانا ممکن نہیں تھا، اور ایک بزرگ نے پیشینگوئی کی تھی، کہ جبتک بالمیک، آکر اس کو انجام نہ دیگا، یہ قربانی بیکار رہیگی،

چنانچہ بالمیک کی خبر پاکر پانڈے ہوا کی رتھ میں سوار ہوکر اس جنگل میں پہنچے جہاں بالمیک رہتا تھا، اگرچہ وہ سراسر برص میں مبتلا تھا، مگر پانڈے اس کو اس ہوا کے رتھ میں بٹھا کر قربانی کے مقررہ مقام پر لے آئے،

دروپدی نے وہ تمام کھانے جو اس قربانی کے لئے لازمی مہیا کئے، کھتریش کبھوجن چھ قسم کے کھانے اور ہر ایک کھانا چھ چھ جگہ، یعنے چھتیس طباق چھ قسم کے کھانوں کے تاضر۔ بن کے سامنے پیش کئے گئے،

ہر شخص ان چھتیس طباقوں میں ایک ایک مرتبہ ایک ایک لقمہ اٹھاتا تھا، مگر بالمیاک نے سب طباقوں میں سے اپنا حصہ ایک جگہ جمع کر کے سب کھانوں کے ڈھائی لقمے کئے، اور کھا گیا، لیکن قربانی کے تمام اور مکمل ہونے کے لئے یہ لازمی تھا، کہ ہر لقمہ کے کھاتے وقت سنکھ کی (اکاشبانی سنکھ دہنی) کی آواز آسمان سے سنی جائے،

پس جس وقت بالمیاک نے کھایا، تو ڈھائی مرتبہ آسمان سے وہ صدا سنی گئی، جبتک بالمیک نے کھانا نہیں کھایا تھا، دروپدی بہت غضبناک تھی، مگر جب آسمانی صدا کان میں پہنچی، تو قربانی کو مکمل سمجھا گیا، اور دروپدی کا غصہ جاتا رہا،

بالمیاک کے اس واقعہ کے بعد لال بیگ کو تمام ملک ہندوستان پر کامل اختیار دے دیا گیا، اور تمام حلال خور اور جاروب کشوں کو اس کی پرستش کا حکم دیا گیا،

بعض لوگ کہتے ہیں، کہ لال گرو ایک مقام کا بھی نام ہے، جہاں تمام حلال خور جا کر پرستش کرتے ہیں، لیکن یہ تحقیق نہیں ہوا، کہ کونسی جگہ اور کہاں ہے؟

اگرچہ تحقیق سے ثابت نہیں، مگر ایک روایت یہ بھی مشہور ہے، کہ قوم حلال خور گیدڑوں کی جماعت کی امامت کرتے ہیں، یعنی انکے مذہبی پیشوا ہیں،

نواح بمبئی میں اگر صبح ہی صبح کوئی شخص کسی مہم کے لئے چلے، اور راستہ میں کسی حلال خور کو میلے یا کوڑے کا بھرا ہوا ٹوکرا سر پر رکھے ہوئے دیکھے، تو اس کو نیک فال تصور کرتا ہے،

شمالی و مغربی پنجاب میں حلال خوروں کی جماعت ایک مصلی کے تابع ہے، یہ مصلی وہ شخص ہوتا ہے، جو اُن کی جماعت سے نکلکر اسلام قبول کر لیتا ہے، وہ اگرچہ حلال خوروں کا ہی پیشہ کرتا ہے، مگر اسے ایک قسم بزرگی اور سرداری حاصل ہوجاتی ہے، وہ مردار نہیں کھاتا، اور اضلاع متوسط میں جہاں ہندو مسلمان مساوی تعداد میں آباد ہیں، وہاں اکثر حلال خور اور مسلمان ایک دوسرے کے پڑوس میں آباد ہیں، اگر زمانہ موافق ہو، تو بکثرت حلال خور مسلمان ہوجائیں،

اس علاقہ کے دیہات میں اکثر حلال خور مسلمانوں کے ساتھ حقہ پیتے ہیں، اور اپنا پیشہ چھوڑکر کوئی دوسرا کام اختیار کر لیتے ہیں، مگر قحط سالی اور گرانی کے زمانہ میں مجبوراً پھر وہی جاروب کشی کا کام کرنے لگتے ہیں،

غرض کہ حلال خور کی قوم تنگیٔ معاش برداشت نہیں کرسکتی، اور اسی تن آسانی اور آسایش طبعی کی وجہ سے مردار خواری چھپکلی اور دوسری قسم کے مردار جانوروں کا کھانا اختیار کیا ہے، تاہم اگر فراخی اور خوشحالی حاصل ہوجاتی ہے، تو پھر از سرِ نو مسلمان ہوکر مصلی ہوجاتے ہیں،

نومسلم راجپوتوں کے دیہات میں سنا گیا ہے، کہ وہ چند سال پیشتر مسلمانوں کے ساتھ حقہ پانی پیتے تھے،

پنڈت رام غریب چوبے ۱۸۹۱ء میں لکھتے ہیں:-

چند روز کا واقعہ ہے، کہ علاقہ مرزاپور کے ایک گاؤں کی ایک بیوہ برہمن عورت ایک بھنگی کے ساتھ فرار ہوگئی، اور بھنگیوں نے اسے اپنے مذہب میں داخل کرلیا، اور داخلہ مذہب کی تمام شرائط اور رسوم ادا کی گئیں،

حلال خور بنانے کی کرسی

جب کوئی شخص حلال خور مذہب میں داخل ہوتا ہے، تو یہ فقرے پڑھے جاتے ہیں، اور اس کا نام کرسی ہے :-

مٹی کا گھٹ، مٹی کا مٹ، مٹی کا گھوڑا، مٹی کا جوڑا
مٹی کی کنجی مٹی کا تالا
لاؤ کنجی کھولو کواڑ دیکھو دادا پیر کا دیدار

مذہب لال بیگی کے داخلہ کی مراسم

(۱) جب کوئی شخص مذہب لال بیگی میں داخل ہوتا ہے، تو پانچ سیر گلگلے اور پوریاں، گھی، پان، لونگ، الائچی کلاں، لوبان، عود وغیرہ لال بیگ کی پرستش کے لئے حاضر کرتا ہے، اس کے بعد لال گرو جو اُن کے گرودواروں میں ہمیشہ مراسم مذہب ادا کرانے کے لئے رہتا ہے، ان اشیاء پر کرسی نامہ پڑھتا ہے، اور تمام اشیاء میں سے تھوڑی سی لال بیگ کی نذر چڑھا کر باقی حاضرین جلسہ کو تقسیم کر دیتا ہے، پھر لال بیگی مذہب میں داخل ہونے والا آدمی کچھ حسب حیثیت نقد روپیہ اور چار یا پانچ جوڑے کپڑے گرو کی نذر کرتا ہے،

کرسی نامہ لال بیگیاں

(یہ کرسی نامہ پنجاب کے مہتروں کا ہے۔)

کرسی نامہ داس اوتار گرولا لبیگ کا

۱ دس اوتار

بالنیک سندو کھ رکھ کا۔ سبد رکھ۔ اندرا، رکھی ویسے، سکھی دے، مدادیو سری مہاراج کے، اکال پرکھ، انڈکنڈے مارکنڈ کے

---

۲ کرسی نامہ پیر پیراں دا

اول پیر آسا، دوم پیر خاصا، سوم پیر صفا، چہارم پیر گل چھپ ہارے کامل جیتے کا پہلوان، سرجن امت پائی ہے شاہ ہے کلاٹکائی

(شکست کے وقت جنگجو، فتح کے وقت مظفر و منصور نجات لانے والی امت پائی، مالکِ حقیقی نے اسکو بنایا)

جس دن میراں شاہ جمیا چودہ طبق ہوئی روشنائی

میراں شاہ کی پیدایش کے وقت چودہ طبق روشن اور منور ہو گئے،

تھاپی ملی محمد دوں بڑھائی ملی پیغمبروں

محمد (صلعم) نے شاباش دی کہ پیٹھ ٹھپکی، اور سب پیغمبروں نے تعظیم سے اسکا استقبال کیا

جھوٹا جمیا بن کھنڈے میں چھٹا پھرا درگاہ میں مقتولوں بانگ سنائی
بہادر آدمی بیابان میں پیدا ہوا، اور بارگاہ الٰہی میں جا پہنچا، اور شہیدوں سے اذان سنی،

کھولو باون ٹوپی چیرا حوراں منگل گائی
حوروں اور فرشتوں نے خوش ہوکر نغمہ سرائی کی، کہ اے فقرائے ۵۲ فرقو! اپنی پگڑیاں کھول ڈالو ٭

تلے بگے جندا دریاؤ کے تہہ جھتے پھرے اشنان لگائی
اس کے نیچے بحرِ حیات جاری تھا، جس میں بزرگ غسل کرتے تھے،

اچھے دیچے ستر بچھیاں جھتے پھرے مال پائی،
اور اس پر غالیچے اور قالین بچھے ہوئے تھے، اور بزرگ اس پر آرام کرتے تھے

سونے کی ٹوکری روپے کا جھاڑو۔ کیا کہتی ہے ٹوکری کیا کہتی ہے جھاڑو
ٹوکری کہتی ہے پاک در پاک ۔ جھاڑو کہتی ہے خاک در خاک

جھاڑو جھڑ میاں دل کی صفائی۔ لے بوریا واکے ڈیری کو جائے
جھاڑو دیکر دل کی صفائی کر، اور بوری لے کر اس کے گھر جا،

کاکی کنجی کاسکو تالا۔ کون ہے کھولنے والا؟
کس کی کنجی اور کس کا تالا۔

عشق کی کنجی پریم کا تالا جبرائیل ہے کھولنے والا
(محبت) وہی اگ ہے۔ (لال بیگ)

کرسی نامہ ۳۱

اٹھ مانا ینا دنی سئی لے [1] بالکے بابے لیا اوتار [2]

اے مینا دنی کی ماں کبتک سوئیگی، اٹھ کہ بالا بابا نے جنم لیا ہی

دھمک پڑی پیتال ہیں چھٹی گرد غبار

سانپوں اور بچھوؤں کی زمین میں زلزلہ پڑ گیا، اور اس کے قدموں کی آونسے گرد و غبار اڑ رہا ہے ۔

چھڑیاں آئیں کمبا سے خواجہ کی پکار - کھیاں مچھ چڑھیوں آداڈ ماگ ماس تندے و

مدینہ سے اسکی چھڑیاں آئی ہیں، اور خواجہ خضر صدا لگاتے آرہے ہیں، ہما اور عقاب اور پرندے شکار کرتے ہیں، اور دودھ دینے والے جانوروں کا گوشت کھاتے ہیں ۔

چھڑ چھڑی گیش جی ڈیرہ غازیخاں

گیش کا لشکر ڈیرہ غازیخاں تک آپہنچا ۔

جونا جلیں اکاس اڈاڈ بیٹھ کے جگا سے سان

آگ کے شعلوں نے آسمان تک پہنچکر اسکو روشن کر دیا ۔

آن کھڑے تے گودھن بیشی بند کھڑ و ناہا تھ

گودہن جوگی ہاتھ باندھے کھڑا ہے

چھیرن دے اگوان ادبل مانگے، ہُن بل مانگے سند یہہ دا

سپہ سالار طاقت طلب کرتا ہے اور کامل قوت جسمانی چاہتا ہے ۔

[1] گوپی چند بھرتری کی ماں ۔ [2] بالمیک ۔

دھیان کرھائی چورنا اور بکرے سکری، وہی اک
بی بی دھیانی شیرینی اور بھیڑ بکری کی نذر طلب کرتی ہے، وہی ایک

کرسی نامہ ۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، سر پر دست پیر مرشد کا! ثابت رہی یقین، کرم تو کبریا، رام تو رحیما! نیکی تو نیکا ہیل کی؛ عظمت تو عزرائیل کی! دوڑ تو اسرافیل کی، زمین کے دبیچے، آسمان کے سمیٹے سمٹ سمٹ تو، بادشاہت محمدؐ کی اجو برکت دیو!

آپ اعتقاد کے مالک، ذکر سے تہے ستارے، چیز تو اللہ تعالیٰ کی، دین بی بی فاطمہؓ کے! "اب تو صاحب یقین ہے کہ تو نے تمام بھید سن لئے، عاقبت خدا کی طرف سے، اور امان بی بی فاطمہؓ سے لے"

ح زمین فرش تست آسمان سائبان - بیاوورا در حفاظت بماں
چھر تو دلی کا طسیع تو مکے کا اجمیر تو زندہ خواجہ معین دین کا

سلطنت دہلی میں ہے شرع مکے میں ساری، اجمیر زندہ پیر خواجہ معین الدین چشتیؒ کی ہے۔

حضرت کلٹی کنتلمین منکھ تن کیے۔ (حضرت قاضی قائل روح وجسم) اول امان کی نستو، دو امان دو نستو، تیارم امان نستو، چارم امان لب نستو، (دین اول نص اول (تورات)- دین دوم نص دوم (زبور) دین سوم نص سوم (انجیل)، دین چہارم نص چہارم (قرآن)،
اول پیر آسا دوم پیر حضرت خواجہ خاصا، سوم پیر صفا، چہارم

پیر دادا گا پچھیڑا

بیپیکوڑونی تنگو بڑا بتاز تود ماؤں سدا سدا بانگڑا جھباؤں،
ہم کو تیری شکم سیری، اور لباس تن پوشی میسر ہے ہم لال بیگی جھنڈا اٹھایئں،
اور ہم ہمیشہ تیرے برتنوں میں برکت چاہتے ہیں

پیر میرا چھبا سب پیراں تڑ پایا جھکا ٹوپی مائی گور جھا کے لئے پہنایا
میرا پیر پیدا ہوگیا، اور وہ سب بزرگوں سے فوقیت لے گیا، ماں گور جائے
اسکو کرتہ ٹوپی پہنایا۔

پیہ مبارک اللہ آپی کو آئی داہ! داہ جی میرے شاہ کی سائیں کھبوت بڑھائی
مادر نور گجائے رسول خداؐ کی مبارکباد گائی، کہ مرحبا! مرحبا ہمارے خانوادوں
کمال درجہ ترقی کی

بالے شاہ نوریؒ، حیدر شاہؒ، محبوب الٰہیؒ، مولائے مشکل کشا داکھ داکھ نوری تخت
تخت رب العالمین نوری،
بالا شاہ نوری کسکے بیٹے؟ حیدر شاہ نوری کے بیٹے، حیدر شاہ نوری کس کے بیٹے؟
جنت تعالےٰ نوری کے بیٹے، جنت تعالےٰ کس کے بیٹے؟ مولا مشکل کشا داکھ داکھ
نوری کے بیٹے، مولا مشکل کشا کس کے بیٹے؟ تخت بخت رب العالمین نوری کے بیٹے،
واہ واہ جی سنت جگ میں کیا رہا نا برتایا؟

سونے کا گھٹ سونے کا مٹ سونے کا گھوڑا سونے کا جوڑا سونے
کی کنجی سونے کا تالا سونے کے کواڑ دکھن سنہ موری اُتر متہ دوار۔ لاؤ کنجی
کھولو کواڑ، لو مورے سچے دادا پیر کا دیدار!

شہنشاہ بے پرواہ ہی ایک اللہ! تیرے نام کا پتا، تو ظاہر نام

ایک اللہ! واہ واہ جی! دواپر میں کیا بھانا برتایا؟ چاندی کا گھٹ، چاندی کا مٹ، چاندی کا گھوڑا، چاندی کا جوڑا، چاندی کی کنجی چاندی کا تالا، چاندی کے کواڑ، اُتر منہ موری دکھن منہ دوار، لاؤ کنجی کھولو کواڑ، لو میرے سچے دادا پیر کا دیدار۔

شہنشاہ بے پرواہ ہی اک اللہ، تیرے نام کا پلّا، تو ظاہر نام اک اللہ، کیجیو خیر صلا، جملہ فقیروں کا عشق اللہ، واہ واہ جی! ترتے جگ میں کیا بھانا برتایا؟ تانبے کا گھٹ، تانبے کا مٹ تانبے کا گھوڑا، تانبے کا جوڑا، تانبے کی کنجی تانبے کا تالا، تانبے کے کواڑ، پورب منہ موری، پچھم مکھ دوار، لاؤ کنجی کھولو کواڑ، لو سچے دادا پیر کا دیدار،

شہنشاہ بے پرواہ ہی اک اللہ! تیرے نام کا پلا، تو ظاہر نام اک اللہ، واہ واہ جی! کل جگ میں کیا بھانا برتایا، مٹی کا گھٹ، مٹی کا مٹ، مٹی کا گھوڑا، مٹی کا جوڑا، مٹی کی کنجی، مٹی کا تالا، مٹی کے کواڑ، پچھم منہ موری، پورب منہ دوار، لاؤ کنجی کھولو کواڑ، لو میرے دادا پیر کا دیدار
شہنشاہ بے پرواہ ہی اک اللہ، تیرے نام کا پلّا، تو ظاہر نام اک اللہ ———

واہ واہ جی! لال و لال کرینگے نہال، گھڑی گھڑی کے کاٹیں گے کال! لال گھوڑا، لال جوڑا، لال کلغی، لال نشان، لال تنبو، لال پہلوان! لال میدان، سونے کی ٹوکری، روپے کی جھاڑو، گل پھولوں کے ہار جا کھڑے ہوئے سچے صاحب کے دربار، نبیٹے جھٹکارا، علی صاحب

پیغمبر دلال سنگارا، خیر ہوئی دانوں کو کلینا دلکارا، یا پیر جی میرا ہی دل کرتا ہے، جنگ میں چلونگا کرارا ———

چوتھے تو نوالا، سر سبز رہے دو مالا، عرش پہ کر شملین دہوئی پاب بیٹھے نوری شاہ مالا، عرش سے اترا گھڑا دیپالہ، حکم ہوا سائیں بیگ کو، پی گیا ہوا متوالا، سٹر پا اکٹھیا سنہا یدا کرتا اک کنارا، (ہماری سختیاں دور کرتا)

ساؤ کی چھڑی، ملتان کی کمان، ایڈل ہستی، زرد انباری
اسکا عصا، فیل بے دندان، عماری زریں

آئی داتا لال بیگ سچے ست گرو کی سواری، آؤ میاں لال خاں درباری، ستر دو بہتر بلا تہا رہے نیچے تلے ماری، بھالوگے دودھ کا دودھ پانی کا پانی، توشہ وکلاوہ بھینٹ تمہاری! کچھ کچھو مدد ہماری، شاہ کے تخت، ملتان کی کمان، ایڈل ہستی زرد انباری، آتا داتا لال بیگ، سچے ست گرو کی سواری، آؤ میاں لال خاں درباری، سردر کی شاہدی حضرت کا کلمہ پاک، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
سمی سردر گواہ ہے، کہ ہمارے بزرگوں کا اعتقاد یہی کلمہ ہے۔

کرسی نامہ ۵

وہی اک لال دلال کریگا نہال، گھڑی گھڑی کے کاٹے کال، لال بیگ درباری ستر سے بلا نیچے سے ماری، ہارے کے بل جیتے کے پہلوان، جہاں پڑے وہاں مار دو ہاں پڑے، لال کارد بولو مومنو!

وہی اک اللہ، تیرے نام کا بلا

وہی دولت و اقبال بخشیگا، وہی ہر گھڑی فتحمند کریگا، لال بیگ جو بارگاہ الٰہی کا مقیم ہے، تمام آفتوں کو اپنے ہاتھ سے نیست و نابود کریگا، وہ شکست کے وقت لڑنے والا، اور فتح کے وقت فیروزمند ہے۔ وہ جس جگہ حملہ کرتا ہے ڈھیر کر دیتا ہے، اے مومنو لڑائی کا نعرہ لگاؤ۔ **ھو اللہ احد**، ہم تیرے نام کی پناہ پکڑتے ہیں،

یہ کرسی نامہ پڑھنے کے بعد اسکی کمر پر شاباش کا ہاتھ پھیرتے ہیں اور کچھ پوریاں اور گلگلے اور تھوڑا سا پانی اور حقہ اسکو دیا جاتا ہے، پھر کچھ پوریاں وغیرہ لال بیگ کو دیکر باقی حاضرین جلسہ کو تقسیم کیجاتی اور حسب حیثیت نقد روپیہ اور چار پانچ جوڑے کپڑے مہتروں کے گرو کو نذر دیے جاتے ہیں، (یہ گرو مذہبی مراسم ادا کراتا ہے)

اور لال بیگی اور بھنگی ایک دوسرے کے ساتھ میل جول اور شادی بیاہ کرتے ہیں، اور جس جس کے جتنے جتنے ٹھکانے (گلی کوچے اور مکانات) صفائی کے لئے مقرر ہوتے ہیں، کوئی ان سے تجاوز نہیں کرسکتا، اگر تجاوز کرے تو برادری سے نکال دیا جائے، اور پھر جب تک تمام برادری کی دعوت کرنے کے بعد معافی نہ لنگے، برادری میں نہیں داخل ہوسکتا،

بیوہ عورت کے تبدیل مذہب کی رسم یہ ہے، کہ

ایک درخت کی جڑ میں مٹی کا ایک چبوترہ بنا ہوا ہوتا ہے، اور اس پر معمولی سے زیادہ اونچی چارپائی ہوتی ہے، اور اس چارپائی کی پائنتی اس بیوہ عورت کو بٹھایا جاتا ہے، اور حلال خوروں کی تمام عورتیں آکر ایک ایک اس چارپائی پر بیٹھ کر نہاتی ہے، اور غسل کا پانی اس بیوہ عورت پر ڈالتی ہے، اسی طرح یہ

رسم تمام ہونے کے بعد حاضرین میں ایک شراب کی بوتل کا دور ہوتا ہے، ہر شخص ایک ایک پی کر چلتا ہے، اور سب سے بعد میں مذہب تبدیل کرنے والے کو پلائی جاتی ہے، اور اس کے صحیح بھنگی ہونے کا اعلان کر دیا جاتا ہے ؛

سشیخ مہتروں میں نکاح کا طریقہ قریب قریب شرع اسلام کیمطابق ہوتا ہے،

پنچائت (مجلس شوریٰ و محاکمہ)

ان کے ہاں تین قسم کی سزا مقرر ہے :-

(۱) جرمانہ - (۲) دعوت - (۳) برادری سے نکالدینا -

اور جو شخص واجب الادا دعوت یا جرمانہ کے ادا کرنے سے انکار کرتا ہے وہ بھی برادری سے خارج کردیا جاتا ہے، اور جرمانہ ہمیشہ لعہ۵ (اکیس روپے چار آنے) کی تعداد میں کیا جاتا ہے، اس لئے کہ ایک اور چار کا عدد مبارک سمجھا گیا ہے،

اور برادری سے اخراج اس طرح کیا جاتا ہے، کہ مجرم کو زمین پر بٹھا کر اس کے سر پر پنچایت کا فرش ڈال کر سر کی پگڑی اتار دی جاتی ہے، اور جو تیاں اور صاف جھاڑو استعمال کرتے ہیں ؛

پرانے زمانہ میں زناکاری کی سزا یہ تھی، کہ ننگا کر کے درخت سے باندھ کر کوڑے مارے جاتے تھے، مگر قانون انگریزی کے ماتحت ایسی سزا پنچائت نہیں دے سکتی، بلکہ حکام سرکاری ایسے مقدمات کا فیصلہ کرتے ہیں،

جس وقت برادری سے نکالا ہوا شخص دوبارہ داخل برادری ہونا چاہتا

ہے، تو وہ مطیع و فرمانبردار ہو کر دعوت اور جرمانہ واجب الادا حاضر کرتا ہے، اور جس فرش پر برادری کے لوگ بیٹھے ہوتے ہیں، اس سے دور فاصلہ پر بیٹھتا ہے، اور توبہ کرتا ہے، اور دونو کان ہاتھ سے پکڑ کر اقرار جرم کرتا ہے، اس کے بعد ایک نیا حقہ پیش کرتا ہے، جس کو برادری کا نقیب حاضرین مجلس کے سامنے لاتا ہے، اور سب لوگ ایک ایک دم لگاتے ہیں،

اہل مجلس کی نشست

(۱) غسل کرانے والا، (۲) قوم کا سپہ سالار۔ (۳) آٹھ ارکان مجلس، (۴) آٹھ مقرر اشخاص۔ (۵) آٹھ حاضر کرنے والے اشخاص، (۶) سپاہی لوگ، اول نقیب مجلس کے حکم کو مجرم بلند آواز سے سناتا ہے، اور اس کو اطلاع دیتا ہے، کہ اگر دوبارہ یہ جرم کیا، تو دوگنی سزا دی جائیگی، اس تنبیہ کے ساتھ ہی اسکے ہاتھ میں حقہ دیدیا جاتا ہے، اور اس کے دم لگاتے ہی فرش پر بیٹھنے کی اجازت مل جاتی ہے، اور دعوت اور جرمانہ ادا کرتے ہی اس کی خطائیں اور قصور قطعاً معاف ہو جاتے ہیں،

بنارس

برادری کی مجلس مذکورہ بالا طریق پر منعقد ہوتی ہے، اس کے ۳۶ ارکان ہوتے ہیں، جو کہ چھ چھ آدمیوں کی چھ جماعتوں میں منقسم ہوتے ہیں، ور اگر مجلس میں کوئی امر غیر معمولی اور بیقاعدہ ہوتا ہے، "نوادنے" سے "ادنے" سپاہی کو

روک دینے کا حق حاصل ہے۔

جس وقت مقدمہ کی شہادت ختم ہو جاتی ہے تو مذکورہ بالا چھ جماعتوں کے ادنیٰ درجہ کے تین تین آدمی جمع ہو کر معاملہ پر غور کرتے ہیں، اور متفق الرائے ہونے کی حالت میں ہر ایک میر مجلس اپنے مقرر کے ذریعے جماعت کو فیصلہ سے مطلع کرتا ہے، اور جب میر مجلس اپنے نائبوں سے متفق الرائے ہو جاتا ہے، اس وقت آٹھوں میر مجلس مل کر شورہ کرتے ہیں، ان کے متفق الرائے ہونے کے بعد سردار فوج سے مشورہ کیا جاتا ہے، جب سردار فوج متحد الخیال ہو جاتا ہے، تو عدالت کا فیصلہ سناتا ہے،

اور اگر اہل شورٰی میں اختلاف ہوتا ہے، تو سب مل کر مسئلہ متنازعہ فیہ پر بحث کرتے ہیں، اور مزید شہادتیں طلب کی جاتی ہیں، تاکہ اختلاف رائے دور ہو کر سب متفق ہو جائیں،

اگر کوئی میر مجلس کچھ رائے نہیں دیتا، اور خاموش رہتا ہے، تو اس کو حلف دیکر تاکید کیجاتی ہے، کہ جو کچھ تمہارے دل میں ہو صاف صاف اور جلد بیان کرو، تاکہ فیصلہ کیا جائے، پس اگر حلف دینے کے بعد بھی کوئی شخص ہٹ دھرمی خود سری یا رشوت ستانی کیوجہ سے رائے عامہ کے خلاف دوسرے کے لئے رائے دیتا ہے، یا اس کی رائے پسند عام نہیں ہوتی، تو اسکو عہدہ اہل شورائے سے معزول کر دیا جاتا ہے، اور بعض صورتوں میں برادری سے بھی خارج کیا جا سکتا ہے۔

ماتحت افسر ادنیٰ سپاہیوں کی کثرت رائے سے متفق ہو کر فیصلہ کرتے ہیں، اور میر مجلس اپنے ماتحتوں کی مخالفت بہت کم کرتا ہے، اور سردار فوج اپنے میر مجلسوں کی رائے اس طرح قبول کرتا ہے، گویا ایک سیاسی مہم کو انجام دیا، خیال ہو سکتا ہے، کہ ثبوت اور شہادتیں غیر مکتوب ہونے کے باوجود مکمل

۳۶ آدمی معاملہ کی حقیقت پر کس طرح غور کر کے متفق الرائے ہو جاتے ہیں اور فیصلہ کر دیتے ہیں؟

بات یہ ہے کہ ان کے متنازعہ مسائل بہت سادہ اور آسان ہوتے ہیں، کہ ادنیٰ سپاہی بھی آسانی کے ساتھ معاملہ کی تہ کو پہنچ کر فیصلہ کر لیتا ہے۔

عدالت کی طلبی

مدعی ایک روپیہ چار آنہ طلبانہ پیش کر کے اپنی جماعت کے حاضر کرنے والے سے خطاب کرتا ہے، اور یہ شخص مہ خزانچی کے مقرر کی وساطت سے میر مجلس کو استغاثہ کی کیفیت سے مطلع کرتا ہے، پس اگر معمولی سی بات ہوتی ہے، تو کچھ تنبیہ اور جرمانہ کر دیا جاتا ہے اور اگر سزا کا مجرم مستحق خیال کیا جاتا ہے، تو میر مجلس مقام فیصلہ اور وقت مقررہ کر دیتا ہے، اور اس کی اطلاع دوسری جماعتوں کے مقرروں کو دیجاتی ہے،

اطلاع کا ذریعہ یہ ہے، کہ ایک قاصد جس کو طلبانہ میں سے سوا آنہ (۱؍) دیا جاتا ہے، وہ انھوں جماعتوں کے سپاہیوں کے پاس جا کر کیفیت سے اطلاع دیتا ہے،

طریقہ عدالت

رکن مجلس بننے کے لئے لائق اور بے تعصب ہونا ضروری ہے، اور اس کی یہ دو علامتیں مقرر کی ہیں:-

(۱)، برادری کے فرش پہ بیٹھے، (۲) برادری کا حقہ بے تکلف پیئے +

عدالت کی کارروائی اس طرح شروع ہوتی ہے، کہ اول پنچایت کا فرش بچھایا جاتا ہے، اور سب لوگ تین قطاروں میں مندرجہ ذیل ترتیب سے بیٹھ جاتے ہیں :-

۱۔ فوجی جمعدار۔

۲۔ آٹھوں جماعتوں کا ایک گروہ، ہر ایک گروہ میں چار شخص صاحب منصب ہوتے ہیں، یعنی میر مجلس، مقرر، خزانچی، چپراسی،

۳۔ منصبداروں کے علاوہ تمام سپاہی لوگ،

اس ترتیب سے بیٹھ جانے کے بعد باری باری سب کو حقہ پیش کیا جاتا ہے، اب کارروائی عدالت اس طرح شروع ہوتی ہے، کہ طرفین سے ہر فریق کا قاصد (جو اپنی جماعت کا ملازم ہوتا ہے) سامنے کھڑا ہو جاتا ہے، اور آٹھوں مقرر ایک ایک مدعی مدعا علیہ سے جرح کرتے ہیں، پہلے فریقین کے گواہوں کا بیان کہتے ہیں، اس کے بعد ہر شخص سے پوچھتے ہیں، کہ جو کچھ گواہوں نے بیان دیا، وہ صحیح اور قابل تائید ہے یا غلط اور قابل تردید، چنانچہ ہر شخص اپنی معلومات کے موافق معاملہ کی تشریح کرتا ہے،

شادی بیاہ کا طریقہ

حلال خوروں کے ہاں نکاح کا طریقہ ہندو مسلمانوں کے طریقوں کے موافق ہے، شیخ مہتر قریب قریب بالکل اسلامی طریقہ سے نکاح کرتے ہیں، نکاح، مہر، طلاق وغیرہ سب مسلمانوں کے موافق عمل میں آتے ہیں، لیکن طلاق پنچایت کی تحقیق کے بعد جائز و ناجائز قرار دیجاتی ہے؛

دوسرے فرقوں میں نکاح کا طریقہ حسب ذیل ہے، مگر اس میں بھی اکثر

رسمیں مسلمانوں کی ہوتی ہیں :۔

(۱) بچولیا، (۲) لگن، (۳) مچا، بارات، چیتوانسا، (۴) دوار بار، (۵) باروبیا، (۶) گھنتہ ہن، (۷)، بھچری، ابیاہ چوتھی وغیرہ،

۱۔ بچولیا۔ میانجی منگنی اور مٹھائی بھیجنے کی رسم،

۲۔ لگن۔ منگنی اور نکاح کا درمیانی فاصلہ اور زمانہ،

۳۔ مچا، بارات، چیتوانسا، ایک بڑی سی لکڑی پر دوب گھاس اور آم کے پتے لپیٹ کر پہلے دن دولہا کے گھر اور دوسرے دن دلہن کے گھر رکھتے ہیں۔

۴۔ دوار بار۔ دولہا کا باپ اور دلہن کا باپ ایک ایک چادر ہاتھ میں لے کر (دولہا کا باپ گھر کے باہر سے اور دلہن کا باپ گھر کے اندر سے) نکل کر ایک دوسرے کی طرف روانہ ہوتے ہیں، اور پردہ کے پاس جا کر ٹھہر جاتے ہیں، یہاں پر ساس (یعنے دلہن کی ماں) ایک طبق جس میں چاول، ہلدی، چھالیہ، پان، دوب گھاس اور ایک چراغ رکھا ہوتا ہے، داماد کے سر پر سے سات بار اتارتی ہے، اس کے بعد پانی بھری ہوئی پتیلی اور ایک چاول کوٹنے والی اوکھلی اور ایک ہر قسم کا غلہ کوٹنے والی لکڑی کی اوکھلی، یہ تینوں چیزیں جدا جدا سات بار اسی طریقہ سے دولہا کے سر پر سے اتاری جاتی ہیں، اس رسم کو آرتی اتارنا کہتے ہیں،

پھر ادھنّی (دو پیسے کا تانبے کا سکہ) پر چاول پختہ اور پسی ہوئی ہلدی مل کر داماد کی پیشانی پر لگائی جاتی ہے، اس کو کھلانے کے بعد داماد اندر داخل ہوتا ہے، اور پانی سے بھرے ہوئے اس دیگچے میں جس میں دوب اور آم کے پتوں سے لپٹی ہوئی شادی کی لکڑی کھڑی ہوتی ہے، دولہا کا باپ کم سے کم آدھ آنہ ڈالتا ہے، اور دولہا کل برادری کو سلام کر کے ان کے ساتھ واپس

آجاتا ہے، اور دلہن کو لباس و زیورات سے آراستہ کرکے دہ دونو چادریں بچھا کر بٹھا دیا جاتا ہے،

۵۔ بارو بیا۔ دلہن کو آراستہ کرکے دولہا کے ساتھ شادی کے شامیانے کے نیچے بٹھاتے ہیں، یہ سائبان آم کی چار لکڑیوں پر کھینچا ہوتا ہے، اور اس کے اردگرد تاگے لپٹے ہوتے ہیں، دائرہ کے بیچ میں داماد کا باپ بیٹھ کر آگ جلاتا ہے، اور اس پر گھی ڈالتا ہے، جب آگ بھڑکتی ہے، تو اسپر مٹی کا برتن الٹا کرکے ڈھک دیا جاتا ہے، (یہ رسم گھر والوں کے پیروں کی خوشنودی کی غرض سے کیا جاتا ہے،

اس کے بعد دولہن کا باپ اس مذکورہ بالا طبق کو دوبارہ لاکر دولہا دلہن کے قدموں کے پاس رکھدیتا ہے، اور دلہن کے تمام رشتہ دار، ایک ایک آکر طبق میں رکھی ہوئی چھ چیزوں کی مٹھیاں بھر بھر کر دونو کے قدموں کو چھوا کر پیشانی پر نشان کرتے ہیں، اور حسب حیثیت پیسے بطور تحفہ کے پیش کرتی ہیں۔

۶۔ گٹھ بندھن۔ دولہا کے جامہ کو دولہن کی چادر سے ملاکر گرہ لگا دیتے ہیں، (اس رسم کو لال گرو جسکو بابا بھی کہتے ہیں یا دولہا کا بہنوئی ادا کرتا ہے) پھر دولہا دولہن بائیں بازو کو شادی کی لکڑی (مچانا مذکور) کی طرف کرکے سات بار اسکے گرد گھومتے ہیں، اور پہلے چار پھیروں میں دولہا دولہن کے آگے رہتا ہے، اور پچھلے تین پھیروں میں دولہن دولہا کے آگے رہتی ہے، اور ہر پھیرے کے ختم پر آگے رہنے والے کو کبھی دلہن کا باپ کبھی بہنوئی آم کی ایک نہایت باریک ٹہنی دیتا ہے، اور وہ اپنے ہمراہی کی پیٹھ پر آہستہ آہستہ مارتے ہیں، اور سائبان کے اوپر ڈالتے جاتے ہیں، تاکہ پھیروں کا شمار ہو سکے،

اس کے بعد دولہا دلہن کو دروازہ تک پہنچاتا ہے، اور پگڑی سر سے

اتار کر کچھ نانہ اپنی خوشدامن کے سامنے پیش کرتا ہے، اور خوشدامن بھی اسی طرح لڑکی کے سر سے روپیہ اتار کر کچھ نقد دولہا کے باپ کو پیش کرتی ہے، پھر دلہن مکان کے اندر چلی جاتی ہے، اور دولہا اپنے آدمیوں کے ساتھ باہر جا کر برات بل میں بیٹھ جاتا ہے،

اب لڑکی کا باپ تمام برادری کو کھانا کھلاتا ہے، گڑھ کی شکر اور چاول اور گھی ہوتا ہے، کھانے کے بعد داماد اور اس کے باپ کے سوا سب لوگ رخصت ہو جاتے ہیں،

رسومِ موتے

مالا خور اپنے مردے کو جلاتے نہیں بلکہ دفن کرتے ہیں، بعض فرقے چہرہ اور ہاتھ جلا کر پھر دفن کرتے ہیں، بہر حال دفن ضرور کرتے ہیں، قبر دو قسم کی یعنے بغلی اور صندوقی ہوتی ہے، مردے کو بیسن مل مل کر غسل دیتے ہیں، پاؤں اور ہاتھ کے دونوں انگوٹھے دھجی سے باندھ دیتے ہیں، اس کے بعد لنگوٹ باندھ کر اور کافور و گلاب چھڑک کر کفن پہناتے ہیں،

کفن کے لئے اتنے کپڑے ہوتے ہیں:۔

دو رومالوں سے بدن خشک کرتے ہیں، پھر ایک چادر مردے کے نیچے بچھا کر اس کے کنارے بدن پر لپیٹ دیتے ہیں، دوسری چادر لفافہ کی ہوتی ہے، ایک کفنی، رومال مثلث تہ کر کے سر پر لپیٹ دیتے ہیں، دو رومال دونو بغلوں کے نیچے، اور دو دونو ہاتھوں کے نیچے رکھتے ہیں، ایک رومال توشہ کیواسطے ہوتا ہے، ایک چادر ہوتی ہے جس کو جنازہ کے اوپر ڈالتے ہیں، اور چار پائی پر لٹا کر قبرستان میں لے جاتے ہیں،

مردہ کی چارپائی کے نیچے ایک مٹی کا گھڑا پانی سے ادہا بھرا ہوا رکھدیتے ہیں، اور چند مغزیات اور حلوا وغیرہ بھی اس پر رکھتے ہیں، دفن کرنے کے بعد یہ گھڑا اور مغزیات وغیرہ اور جنازہ کے اوپر کی چادر قبر پر رکھ دیتے ہیں، پھر محافظ قبرستان سے وہ گھڑا اور چادر منگا کر چادر کو گھڑے پر لپیٹتے ہیں، اس کے بعد اگر مسلمان ہوتا ہے، تو کسی پارسا محافظ قبرستان وغیرہ سے کلمہ پڑہواتے ہیں، اور اگر نانک شاہی ہو، تو باباجی سے کچھ گرنتھ کی تلاوت کراتے ہیں، چار گھڑی تک کلمہ خوانی ہوتی ہے،

تمام ہونے کے بعد مردہ کے سب عزیز و اقارب عورت مرد قبرستان میں جاکر گھڑے کو قبر پر الٹا رکھہ دیتے ہیں، اور خوراک وغیرہ محافظ قبرستان کو دیتے ہیں اور چادر بھنگن کو دیجاتی ہے،

بعض گورستان کی جگہ چوراہا پر بہت سے مٹی کے برتن ڈال دیتے ہیں، لیکن دونو صورتوں میں یہ اعتقاد رکھتے ہیں، کہ مردہ کی روح مٹی کے برتن سے دھوئیں کیطرح اوپر کو اڑتی ہے، اور پھر لوٹ کر گھر میں نہیں آتی،

اور اگر مسلمان ہوتا ہے، تو راستہ میں کلمہ پڑہتے ہوئے جاتے ہیں نانک شاہی ہو تو باباجی آگے آگے گرنتھ پڑہتے جاتے ہیں، اور ہر چھوٹے سے چھوٹے قبیلہ کا بھی قبرستان جدا ہوتا ہے، مگر محافظ ہر ایک قبرستان کا مسلمان مقرر ہوتا ہے، اور تکیہ دار کو جو جنازہ پر دعا وغیرہ پڑہتا ہے، چار آنہ دئے جاتے ہیں، بیلدار یعنے قبر کھودنے والے کو ۶؍ (چھہ آنے) بڑھئی جو پٹاؤ کے تختے درست کرتا ہے، ۴؍ (چار آنے) ملتے ہیں، اور قبیلہ کے دو آدمی مردہ کو قبر میں اُتارتے ہیں، مردہ کو قبر میں رکھہ کر تہوڑی دیر کے لئے اس کے منہ سے چادر کھول دیتے ہیں، تاکہ آسمان کا آخری نظارہ ہوجائے،

مسلمان حلال خور کو رُو بہ قبلہ لٹاتے ہیں، اور پٹاؤ دینے کے بعد ساتھہ

آنے والے چند مٹھیاں بھر بھر کر مٹی دیتے ہیں، اس کے بعد چادر قبر پر پھیلا کر وہ روٹی اور حلوا اور پانی کی بھری ہوئی پتیلی جو ہمراہ ہوتی ہے، وہاں رکھ دیتے ہیں، ہر شخص روٹی کا ایک نوالہ توڑتا ہے، اور پانی کے چند قطرے چھڑک دیتا ہے، اور مٹی کا گھڑا الٹ دیا جاتا ہے مسلمان حلال خور کی میت ہو تو فاتحہ بھی پڑھتے ہیں، بعدہٗ محافظ قبرستان قبر کی چادر کو (جو اسکا حق ہوتا ہے) اٹھا لیتا ہے، مگر ریاستوں کے باشندے حلال خور چالیسویں تک گھڑے کے ساتھ ہی چادر کو بھی قبر پر محفوظ رکھتے ہیں،

تیجا (پھول وغیرہ مسلمانوں کی طرح ہوتا ہے، چنوں پر کلمہ شریف اور قرآن شریف پڑھتے ہیں، دسواں، بیسواں، چالیسواں سب کچھ ہوتا ہے اور چالیسویں کے دن حسب حیثیت تمام برادری کو صبح سے گیارہ بجے تک کھانا کھلاتے ہیں، اور وہی گھڑے، اور چادر والا طریقہ استعمال کرتے ہیں، جیسا کہ بیان ہوا، یہ عمل ان کا اعتقاد ہے، کہ مرنے کی جگہ پر مردہ کی روح چالیس دن تک آمد و رفت رکھتی ہے، چنانچہ رسوم مسلم کو اس کے دفعیہ اور انقطاع آمد و رفت کا ذریعہ خیال کرتے ہیں،

ولادت کی رسوم

اس قوم میں جب بچہ پیدا ہوتا ہے، تو چماری کو نال کاٹنے کے لئے بلایا جاتا ہے، اور نال اسی جگہ جہاں بچہ ہوتا ہے دفن کر دیجاتی ہے، اور اس جگہ پر آگ جلا کر آواز دیجاتی ہے، کھیری جلائی جاتی ہے، اس وقت چارپائی کے سرہانے لوہے کا کوئی اوزار چاقو وغیرہ رکھ کر بچے کی انگلی میں لوہے کا چھلہ یا انگوٹھی پہنادی جاتی ہے جسکو چھٹی کے دن اتار لیا جاتا ہے، اور ہر چھٹے

دن دروازہ پر آگ روشن کیجاتی ہے، تاکہ جموا نام جن (جو بچوں کو لپٹا کرتا ہے) کا دخل نہ ہو سکے، اور زچہ چھ دن تک نجس رہتی ہے، بعدہٗ اچھی نہا کر پاک ہو جاتی ہے،

بنارس میں صرف لال بیگی اور شیخ مہتر پائے جاتے ہیں، شاذ و نادر کوئی راوت بھی نظر آجاتا ہے، شیخ مہتر کھلم کھلا مسلمان ہیں، اور اگرچہ دراصل مہتروں کے تمام قبائل ہم قوم ہیں، مگر ہندو مذہب والے اپنے شوالہ میں ایک دوسرے کو نہیں آنے دیتے،

شیخ مہتروں اور لال بیگیوں میں صرف عقیدہ کا فرق ہے، اور ہر ایک جماعت اپنے عقیدہ کے متعلق ایک قصہ بیان کرتی ہے، اور ایک فرقہ مرزلی ہے، جو درحقیقت لال بیگی ہے، اور نانک شاہی عقیدہ کو مانتا ہے، یہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کھانا کھا سکتے ہیں، فرنگیوں کا جھوٹا صرف دو فرقے لال بیگی اور راوت کھاتے ہیں، مگر ہندوؤں اور مسلمانوں کا جھوٹا سب فرقے بے عذر کھاتے ہیں،

شیخ مہتر جو مسلمان ہیں، ختنہ بھی کرتے ہیں اور خنزیر نہیں کھاتے لیکن ساتوں فرقے خام اشیاء باہم مل جل کر کھا لیتے ہیں، ہاں پکی ہوئی چیزیں علیحدہ علیحدہ کھاتے ہیں،

فرقہ ہیلا کتے کو چھونے سے بھی انکار کرتا ہے، اور فرقہ لال بیگی اور شیخ مہتروں کے سوا کوئی فرقہ غیروں کو اپنے مذہب میں داخل نہیں کرتا، اور اپنے قبیلہ کے سوا دوسرے قبیلہ کے مردہ کو ہاتھ لگانا جائز نہیں سمجھتا، مگر دہلی کے مغربی صوبجات میں سب ایک دوسرے کے مردے کو ہاتھ لگانے سے پرہیز نہیں کرتے، اور کہتے ہیں، جس طرح گلی کوچوں اور مکانوں کی صفائی ہمارا فرض منصبی ہے، اسیطرح نعش سوزی بھی اسمیں داخل ہے،

بنارس کے حلال خوروں کی ایک عجیب روایت ہے جو درحقیقت ایک افسانہ ہے، وہ کوچوں کی جاروب کشی چماروں کا فرض بتاتے ہیں، اور نعش سوزی کو ڈوموں کا منصب سمجھتے ہیں، مذکورہ بالا ساتوں فرقے شادی بیاہ اپنے ہی فرقے میں کرتے ہیں، لیکن ہر فرقہ میں چند اشخاص ایسی صفات سے مخصوص ہوتے ہیں، جو دوسرے فرقوں میں نکاح کرنے کے لئے مجبور ہوتے ہیں:-

۱- کرہا۔ ایسے آدمی جو خرگوش کا نشان رکھتے ہیں، یہ خرگوش کو نہیں کھاتے،

۲- پتھریہ۔ یہ پتھر کے برتنوں کو استعمال نہیں کرتے،

۳- چوہان۔ یہ کہتے ہیں، کہ ہم ظاہر پیر کی نسل سے ہیں،

جالندھر

یہاں کے حلال خور اپنے کو برہمن بتاتے ہیں، ان کے ہاں مجلس نکاح میں خطبہ پڑھا جاتا ہے، اور یہ لوگ قبر میں میت کے منہ کو آسمان کی طرف رکھتے ہیں، یہ بالمیک کو معزز و محترم سمجھتے ہیں، مگر اس کی یا اس کے جانشین لال بیگ کی پرستش نہیں کرتے،

ان کے گاؤں میں جگہ جگہ بالا شاہ کی زیارت گاہیں بنی ہوئی ہیں، ہر جمعرات کو ان پر چراغ روشن کرتے ہیں، اور جب فصل ربیع کٹتی ہے، تو یہ لوگ زیارت گاہ پر جمع ہو کر ایک سیاہ مینڈھا ذبح کرتے ہیں، اور روٹیاں پکا کر، تھوڑا سا کھانا بالمیک کی نذر دے کر چند کپڑے اور کچھ نقد مجاور کو

دیتے ہیں، اسکے بعد دعوت ہوتی ہے،

حلال خوروں کی ایک جماعت مذہبی چوڑہا اور سکھ چوڑہا کہلاتی ہے، یہ جماعت سکھوں کی رسوم کی پیرو ہے، دوسرے فرقوں سے پرہیز کرتی ہی اور اپنے گروہ کے سوا دوسرے گروہ میں شادی بیاہ نہیں کرتی،

یہانتک تو وہ روایات اور قصے لکھے گئے، جو خاص طور سے حلالخوروں کی نسبت تھے، اب ایک ایسا قصہ لکھا جاتا ہے، جس کو ایک حد تک حلالخوروں سے تعلق ہے، اور ایک حد تک دوسرے ہندوستانی یا ہندو فرقوں کو تعلق ہے، اور وہ ظاہر پیر ہیں، ظاہر پیر کو حلال خور بھی مانتے ہیں اور ہندوؤں کے بعض دوسرے فرقے بھی ان کے معتقد ہیں،

ظاہر پیر کو اضلاع رہتک، حصار، گڑگانوہ، دہلی وغیرہ کے حلالخور مانتے ہیں، یو-پی میں بہرائچ کے حضرت سید سالار مسعود غازی کو ظاہر پیر کی طرح مانا جاتا ہے، اور بے شمار حلال خور ان کی درگاہ میں جاتے ہیں، حضرت سید سالار مسعود غازی کے حالات مفصل طور سے یہاں درج کرنے کی گنجایش نہ تھی کیونکہ کتاب تخمینہ سے زیادہ طویل ہو چکی ہے۔

ظاہر پیر کا افسانہ

سرسہ ضلع حصار میں راجہ کی چار لڑکیاں تھیں، اچھل، کاچھل، باچھل، ماچھل، ہر ایک حسن میں شہرۂ آفاق تھی، اور ایک للی نام گھوڑی تھی، جس پر اور کوئی شخص سوار نہیں ہو سکتا تھا، یہ لڑکیاں گھوڑی پر یورپین لیڈیوں کی طرح سوار ہوتی تھیں،

باگڑ کے راجپوت جو چوہان کہلاتے ہیں، راجہ امیر کی سرکردگی میں سرسہ پر حملہ آور ہوئے، اور راجہ کی تین بڑی لڑکیوں اور ننگی گھوڑی کو پکڑ کر لے گئے، ماتل جو سب سے چھوٹی لڑکی تھی، اور سالار ساہو سالار سلطان محمود غزنوی کے بھائی سے منسوب ہو چکی تھی، اس لئے وہ محفوظ رہی، یہانتک کہ اس کے بطن سے غازی میاں پیدا ہوئے، ان غازی میاں نے ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں مذہبی جرس بجایا، جن کا مزار بہرائچ اودھ میں ہے،

راجہ امیر سنے باچھل کے ساتھ اپنے بڑے بیٹے کی شادی کردی، لیکن باچھل کو بانجھ پا کر اس نے اسے چھوڑ دیا، اور جنگل میں جا کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گیا، باچھل مایوس ہو کر گرو گورکھ ناتھ کی خدمت میں حاضر ہونے لگی، اور ان سے ہر روز اولاد کی استدعا کرتی، اسی طرح بارہ برس گزر گئے،

ایکدن گورکھ ناتھ کو باچھل کی وفادارانہ بندگی و خدمت گذاری کا خیال آیا، اور انھوں نے اس سے کہا، کہ صبح حاضر ہو، میں تجھے کچھ دونگا،

یہ بات اس کی بہن کاچھل نے (جو اسی کی طرح بانجھ تھی، اور صورت و سیرت میں اس سے بہت زیادہ مشابہ تھی) سُن پائی، اور دوسرے روز باچھل سے پہلے ہی بیدار ہو کر وقت مقررہ پر گورکھ ناتھ کی خدمت میں حاضر ہو گئی، گرو نے اس کو جَو کے دو دانے دیکر کہا، کہ ان کو کھالے، اس سے تو حاملہ ہوگی، اور دو لڑکے پیدا ہوں گے، کاچھل خوش و خرم ناچتی گاتی اپنی بہن کے پاس واپس آئی،

باچھل جب بیدار ہو کر اس حال سے واقف ہوئی، تو وہ اپنی بہن کی سبقت کے سبب بہت رنجیدہ ہوئی، اور روتی ہوئی گورکھ ناتھ کے پاس پہنچی، وہ کچھ دیر تو خاموش رہے، پھر باچھل کو گوگل کے چند دانے دے کر کہا، کہ ان کو دودھ کے ساتھ کھالے، تیرے بھی لڑکا پیدا ہوگا، اور وہ کاچھل فریبی کی

اولاد پر غالب رہیگا،

غرض کاچھل نے جَو کے دونو دانے کھائے، اور وہ حاملہ ہوئی، اور دو لڑکے پیدا ہوئے، دونو کا نام جوراَ رکھا گیا، اور باچھل نے گوگل کے دانے دودھ کے ساتھہ کھائے، اور اس کے بھی لڑکا پیدا ہوُا، جس کا نام گوگا رکھا گیا،

اتفاق سے باچھل نے جس برتن میں گوگل کے دانے دودھ میں ملاکر پیئے تھے، اس برتن کو لِلّی (گھوڑی) نے چاروں طرف سے چاٹ لیا، چنانچہ وہ بھی حاملہ ہوئی، اور اس کے ایک بچھیرا پیدا ہوُا، جسکا نام لیلا رکھا گیا، گوگا لیلا کے ساتھہ خوب کھیلتا تھا، اور اس پر سوار ہوتا تھا،

گوگا کی پیدائش سے پہلے اور بعد پیدائش کے عجائبات

جسوقت معلوم ہوُا، کہ باچھل حاملہ ہے، اور وضع حمل کا وقت قریب آیا تو کاچھل نے اپنے سسرال والوں سے کہا، کہ باچھل کا شوہر مدت سے اس سے علیٰحدہ ہے، معلوم ہوتا ہے، کہ اس کو حرام کا حمل ہے، اور یہ بیجیا ہمارے گھر میں حرام کے بچے جنے گی، لہذا اسکو گھر سے نکالدینا چاہیئے،

چنانچہ اس کو گھر سے نکال دیا گیا، اور باچھل بہلی میں سوار ہوکر ایک جنگل میں اپنا اسباب لے گئی، گاڑی کھینچنے والے دو بیل تھے، جن کا نام سونا اور رونا تھا، دوپہر کے وقت جب کہ باچھل سو گئی تھی، دونو بیلوں اور گاڑی بان کو سانپ نے کاٹ کھایا اور وہ مر گئے، باچھل بیدار ہوئی، تو بیلوں اور گاڑیبان کی لاشیں پڑی دیکھیں، اپنی تنہائی اور بیچارگی سے غمگین ہوکر آسمان کی طرف منہ اٹھایا، اور دعا کی، اسیوقت اس کو ایک آواز آئی، کہ ان کے زخموں پر نیم کے پتے رکھہ کر اپنے موباف سے باندھ دے، یہ سنکر باچھل نے فوراً

تعمیل کی، اور پلک جھپکتے ہی دونو بیل اور گاڑیاں زندہ ہوکر اٹھ بیٹھے،

ادہر اس عرصہ میں باچھل کے سسرال والوں اور کاچھل وغیرہ پر ایک مصیبت نازل ہوئی، کہ ایک غیبی زنجیر سے ان کی مشکیں بندھ گئیں، وہ سب ہرچند ہاتھ، پاؤں پیٹتے تھے، مگر اس غیبی بندش سے رہائی نہ ہوتی تھی، اچانک ان کو غنودگی طاری ہوئی، اور خواب میں ایک آواز سنی کہ کوئی بزرگ کہتا ہے، کہ خوب اچھی طرح سمجھ لو، باچھل پاکدامن ہے، اور حضرت گورکھ ناتھ نے اس کو یہ فرزند عطا فرمایا ہے، اور جبتک تم باچھل کو واپس نہیں لاؤگے، ہرگز اس بندش سے رہائی نہیں پاسکتے،

پس تمام عزیز واقارب باچھل کی تلاش میں دوڑے، اور اس کے سامنے جاکر بڑی عاجزی کے ساتھ گھر واپس چلنے کی درخواست کی، اس وقت پھر ایک آواز آئی، کہ تم کو معاف کیا جاتا ہے۔ باچھل کے شہر میں داخل ہونے پر وہ لوگ بندش سے رہا ہوگئے، اور تمام آدمیوں نے گوگا کی پیدائش پر بڑی خوشی منائی، اور بڑی خاطر مدارت کرتے تھے، کیونکہ گوگا سانپوں کے ساتھ کھیلتا تھا، اور اس کے سونے کے وقت سانپ اس کی خوابگاہ پر سایہ کرکے کھڑے ہوجاتے تھے،

جب گوگا کی عمر دس سال کی ہوئی، تو جورا اس سے حسد کرنے لگے اور نصف ملک کا دعوے کیا، اور کہا، کہ آدہا ملک ہمارا ہے، گوگا نے بڑے اطمینان سے جواب دیا، کہ یہ ملک میرے باپ کی ملکیت ہے، مگر جو کچھ میری ملکیت ہے اسکو تو تم خوشی سے اپنے کام میں لاؤ، مگر 'باگر' کا تینوں میں سے کوئی مستحق نہیں، وہ میں تم کو نہیں دونگا،

یہ سنکر جورا چلے گئے، اور اپنے آدمیوں سے گوگا کی تباہی کے متعلق مشورے کرنے لگے، اول اس کا مال ہضم کرنے کی غرض سے قمار بازی

کی طرف اسکو متوجہ کیا، مگر اسکو ہرانے کی بجائے خود ہی ہار گئے،
اس کے بعد ایکدن جھاڑی سے ایک چیتا نکلا، جوہرا نے بلند آواز
سے پکارا کہ گوگا، گوگا، تو گھوڑے پر سوار ہے، جلد یہاں آ۔ اور اس چیتے کو
مار، گوگا نے جونہی تیر سے چیتے کو مارا، کہ پیچھے سے ایک بڑا تیر گوگا کے گھوڑے
لیلا کے کان پر آکر لگا، اور وہ زخمی ہو گیا، گوگا نے چلا کر کہا، کہ یہ تم نے
کیوں مارا؟ انہوں نے کہا، ہم نے سمجھا تھا، کہ تیرا تیر خطا کر گیا، مگر گوگا سمجھ
گیا، کہ وہ کیا چاہتے ہیں، اسلئے گوگا نے کہا، کہ کینہ اور عناد سے کچھ فائدہ نہیں
صلح کر لینی چاہیئے، تم نصف ملک چاہتے تھے، مگر اب میں آدھا پاؤ نہیں کرتا،
بلکہ سب تم کو دیتا ہوں، یہ کہکر اپنے گھوڑے کے چابک سے انکو اسقدر مارا کہ
وہ لہولہان ہو گئے، اس پر جورا فقیروں کے لباس میں سفر کرتے ہوئے دہلی پہنچے
اور رائے پتھورا کے دربار میں باریاب ہو کر گوگا کی شکایت کی، اور کہا، کہ
یہ شخص قزاقوں کا سر گروہ ہے، اور خراج دینے سے انکار کرتا ہے،
یہ سُن کر رائے پتھورا نے دباگرہ، پر لشکر کشی کی اور نو لاکھ نیزہ باز اور شمار کے
جنگی ہاتھی، گھوڑوں کو لے جا کر قتل عام برپا کر دیا، لاکھوں بے گناہ عورتوں
اور بچوں کو قتل کر ڈالا، گوگا کے تین خاص ہمراہی نرسنگھ پانڈو (معلم) بھجو جیار،
بالا چوہان بھی لڑائی میں کام آئے، پھر تو گوگا نے اپنے لیلا پر سوار ہو کر گورکھناتھ
کے بخشے ہوئے آہنی گرز سے دشمن کے تمام سپاہیوں کے سر اڑا دئے،
صرف رائے پتھورا تنہا رہ گیا، جنے عاجزی و انکساری سے گوگا سے امان طلب
کی، اور قتل ہونے سے نجات پائی، لیکن گوگا نے دغاباز جورا کو قتل کر کے
دونوں کے سروں کو رومال میں لپیٹ کر اپنے ساتھ بطور غنیمت لے لیا، اور گھر
پہنچا، باچھل اسکی واپسی کی منتظر تھی، پوچھا کہ میدان جنگ سے کیا لایا؟ جواب دیا کہ
دو بڑے تربوز۔ یہ کہکر خالہ زادوں کے دو نو سر خون میں بھرے ہوئے اسکی

گود میں ڈال دے،

اس کی ماں نے یہ دیکھ کر شور و فریاد سے حشر برپا کر دیا، اور کہا کہ لعنت ہے تجھ پر کہ میری بہن کے لڑکوں کو قتل کیا، یہاں سے دور ہو، اور پھر مجھے اپنی صورت نہ دکھا،

گوگا نے اپنے گھوڑے کی لگام کھینچی اور رومال منہ پر ڈال کر گھوڑے کو اڑ بتائی، باچھل نے فوراً لگام کو مضبوطی سے پکڑ کر جانے سے روکا، مگر نہ روک سکی، دور جا کر گوگا نے زمین سے مخاطب ہو کر کہا۔ اے ماتا زمین! گوگا کو اپنے اندر چھپا لے، زمین سے آواز آئی کہ کیا تو مسلمان ہے جو میں تجھے اپنے اندر امان دوں؟ تو تو ہندو ہے۔ تو ہندوؤں کی طرح دریا کے کنارے جا، اور چار پیسے کی لکڑیاں لیکر اپنے کو جلا دے،

گوگا شرمندہ ہو کر خاموش رہا، اور مکہ کا راستہ لیا، اور وہاں مسلمان ہو کر علامہ رکن الدین سے علم ظاہرات حاصل کیا، اور ظاہر پیر لقب پا کر مراجعت کی، اور جس جگہ پہلے زمین سے آغوش میں لینے کی درخواست کی تھی، اسی جگہ آ کر پھر کہا، کہ اے ماتا زمین! ظاہر پیر کو اپنی آغوش میں لے،

اب کی مرتبہ زمین یکایک شق ہو گئی، اور فقیروں کا سا ایک عبادت خانہ وہاں نمودار ہوا، ظاہر پیر اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے عبادت خانہ میں داخل ہو گیا، اور پھر اس نے ایک ایسا وظیفہ پڑھا جس سے وہ زمین مل کر ویسی ہی برابر ہو گئی، جیسے پہلے تھی،

گوگا (ظاہر پیر) کی منسوبہ دلہن (سریال نام) سات سال سے بے شوہر بیٹھی ہوئی تھی، اور باچھل بچپن ہی سے اس بیوہ کی محافظ و سرپرست تھی، جب باچھل نہایت محتاج ہو گئی تو لیلی گھوڑی سلطان محمود غزنوی کی نذر کر کے غازی میاں کی خدمت میں حاضر ہوئی،

اس کے جانے کے بعد ایک دن سریال نے صدا لگائی کہ ماتا زمین! میرا شوہر مجھ کو واپس دے، اس کی گریہ وزاری کی آواز ساتوں آسمانوں میں سنی گئی، قادر مطلق جل شانہ نے جبرئیلؑ سے خطاب کر کے پوچھا، کہ یہ کس کے رونے کی آواز ہے؟ جبرئیلؑ نے جواب دیا، کہ خداوندا! تجھ سے تو کوئی چیز پوشیدہ نہیں، پھر مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ حضرت قادر مطلق جل جلالہ نے فرمایا، کہ ہاں جبرئیلؑ بیشک ایسا ہی ہے، سریال بارگاہ میں ہے، جا اس سے کہہ، کہ ہم نے اس کا شوہر اس کو واپس دیدیا،

جبرئیلؑ فقیروں کے بھیس میں سریال کے پاس نمودار ہوا، اسکو تسلی دی، اور بلند آواز سے کہا اے ماتا زمین! خداوند تعالےٰ نے تجھکو حکم دیتا ہے، کہ سریالی کے شوہر کو پھر اس کی سپرد کر دے،

یہ سن کر زمین نے ظاہر پیر سے کہا، کہ اے مہمان! میں تجھ کو آدمیوں سے محفوظ رکھ سکتی ہوں، مگر خدا سے پردہ میں نہیں رکھ سکتی، ظاہر پیر اس خیال سے کہ کہیں میرے میزبان (زمین) پر خدا کا غضب نازل نہ ہو، جبرئیل کے ہمراہ آسمان پر پہنچا، وہاں خدا سے ملاقات کی، خدا نے کہا، میں نے سریالی کو تیری بیوی بنایا تھا، تجھ کو کیا حق تھا، کہ اسکو بیوہ چھوڑ کر روپوش ہو جائے؟ جا اور اس کو راحت و آرام سے خوش کر۔

ظاہر پیر لا الہ الا اللہ کہتا ہوا لوٹا اور کہنے لگا، کہ اپنی بیوی کے پاس تو بہرحال جانا چاہیئے، مگر اس طریقہ سے کہ میری ماں میرا منہ نہ دیکھ سکے،

چنانچہ وہ رات کے وقت اپنی بیوی کی خوابگاہ میں جا کر اس سے ملا، اور صبح کو اپنے گھوڑے لیلا پر سوار ہو کر اڑ گیا، سریال نے بیوگی کی حالت میں تمام زیورات و جواہرات اتار رکھے تھے، اب شوہر سے ملاقات کے بعد دلہنوں کی طرح ان زیورات کو پھر پہن لیا، باچھل نے اسے ملامت کر کے

کہا، کہ یہ بناؤ سنگار کیسا؟ کیونکہ تیرا خاوند زندہ نہیں ہے، اس نے کہا
کہ تمہارے لئے تمہارا بیٹا مردہ ہے مگر میرے لئے میرا شوہر زندہ ہے،
باجہل نے کہا، اس چیستاں کو چھوڑ، اگر درحقیقت میرا بیٹا زندہ ہے، تو اسے
مجھہ کو دکھا،

سریال نے کہا، آج رات کو تم میرے پلنگ کے نیچے چھپ جانا، اور
اپنے لڑکے سے باتیں کرلینا، باجہل حسب معاہدہ چارپائی کے نیچے پوشیدہ
ہوگئی، آدہی رات کو ظاہر پیر جب اپنے پردار گھوڑے سے اُترکر اپنی بیوی کے
پاس آیا، تو اسکی ضعیفہ ماں نیند میں بیخبر تھی، جب گوگا ظاہر پیر جانے لگا، تو
سریال نے ظاہر کی ماں کو جگاکر کہا، کہ تمہارا لڑکا جاتا ہے، مگر اتنی دیر میں ظاہر پیر
گھوڑے کی زین پر پہنچ گیا تھا، باجہل نے دوڑکر لگام پکڑلی، اور فریاد کی،
کہ کیا میرا بیٹا! تو مجھہ کو بالکل بھول گیا؟

ظاہر پیر نے منہ پھیرکر آہستہ سے کہا، کہ یہ تو محض تمہارے حکم کی تعمیل
ہے، پھر کہا، پیچھے دیکھو تمہارے گھر میں آگ لگ رہی ہے، باجہل کے
پیچھے دیکھتے ہی اس نے لگام ہاتھہ سے چھڑالی، اور ہوا ہوگیا، اسکی ماں
ہرچند تعاقب وتلاش میں سرگرداں رہی، مگر دس میل تک ریت پر اس
کے گھوڑے کے سموں کے نشان سوا کچھہ سراغ نہ پاسکی،

اس رات کو رائے پتھورا اپنی خوابگاہ میں سویا ہوا تھا، اچانک اسکو کسی
نے چارپائی سے اٹھاکر زور سے زمین پر ڈالدیا، اس صدمے سے اس
کے نتھنوں سے خون جاری ہوگیا، مگر کوئی شخص نظر نہ آیا، اس نے پوچھا، کہ
تو کون ہے؟ آواز آئی، کہ میں ظاہر پیر ہوں، باگڑ سے باہر دس میل میرے
گھوڑے کے سم کا نشان بنا ہوا ہے، وہاں میرے لئے ایک خانقاہ تعمیر
کرادے، رائے پتھورا نے کہا، کہ مجھے تم نظر نہیں آتے، میں کیونکر یقین

کروں کہ تم اللہ والے ہو؟ ظاہر پیر نے جواب دیا، کہ میں اپنی علامتیں تجھ پر ظاہر کروں گا، جو یہ ہیں کہ :-

اس کی دیواریں، ہیمو بقال کے ہاتھوں سے بن کر تیار ہونگی، اس علامت سے تجھ کو یقین آجائیگا،

ہیمو بقال راجہ کا مہاجن تھا، اور ہمیشہ روپے کی فراہمی میں راجہ کا مددگار رہتا تھا، مگر اس زمانہ میں ہیمو اندھا اور مفلوج اور مرض برص میں مبتلا تھا، اس حالت میں وہ بھی سو رہا تھا، کہ اچانک بستر خواب سے اٹھا کر زمین پر ڈال دیا گیا، اور اس کے نتھنوں سے بھی خون جاری ہوگیا، اس نے پوچھا تو کون ہے؟ جواب ملا، میں ظاہر پیر ہوں، رائے پتھورا نے میرے واسطے ایک خانقاہ تعمیر کرنے کا وعدہ کیا ہے، وہ تیرے ہاتھوں سے تعمیر ہونی چاہیئے، اپار، ہیمو نے بینڈک کی طرح چلاّ کر کہا، کہ خانقاہ خوبصورت اور خوشنما نہیں تعمیر ہو سکے گی، کیونکہ میں اندہا، اور مفلوج اور مرض برص میں مبتلا ہوں، کم از کم میرا اتنا علاج تو ہوجانا چاہیئے، کہ ایک پتھر دوسرے پتھر پر رکھ سکوں، اسوقت بیشک میں آپ کی بزرگی کا قائل ہو جاؤنگا،

ہیمو اتنا ہی کہنے پایا تھا، کہ ظاہر پیر کی کرامت ظاہر ہوگئی، ہیمو کی بینائی واپس آگئی، فالج کا اثر جاتا رہا، اور برص کا پتہ نہ رہا، یہ دیکھ کر ہیمو خوشی سے جامہ میں پھولا نہ سمایا، اور اسیوقت رائے پتھورا کے پاس آکر ماجرا بیان کیا، راجہ یہ دیکھکر حیران رہ گیا، اور بیشمار خزانہ ہیمو کو دیکر حکم کیا، کہ ایسے جلیل القدر بزرگ کے لئے فوراً ایک خانقاہ تعمیر کرے،

چنانچہ نشان دادہ مقام پر نہایت خوشنما خانقاہ تعمیر کی گئی، یہ خانقاہ آجتک موجود ہے، اور اندہے، مفلوج، اور برص کے مریض وہاں جاکر بر[illegible] صندل کی طرح سے ملتے ہیں، اور اس سے معطر پسینہ سا خارج ہوتا ہے،

جس سے ایسے مریضوں کو شفا حاصل ہوتی ہے، اگر اتفاقاً اس سے کسی مریض کو شفا نہ ہو، تو ظاہر پیر کی کوئی تقصیر نہیں، بلکہ یقیناً مریض کا ایمان درست نہ ہونے کی علامت ہے،

انہی ظاہر پیر کو بہت سے حلال خور اور چمار مانتے اور انکی پوجا کرتے ہیں، ان کی مذہبی رسوم کی دو نشانیاں ہیں:-

(۱) ترسول یعنے وہ عصا جس پر تین دندانوں کا آہنی پنجہ لگا ہوتا ہے۔

(۲) نشان یعنے جھنڈا،

ترسول اس ہتھیار کا نمونہ ہے، جو ظاہر پیر کو گرو گورکھ ناتھ سے ملا تھا جس کے ذریعے غازی میاں کی طرح ایک جنبش میں تمام فوج کے سر کٹ گئے، جھنڈا لیلا کی یادگار میں ہمیشہ آسمانی رنگ کا ہوتا ہے، جو ان کے دو توسروں کی یادگار میں دو ناریل رومال میں لپٹے ہوئے لٹکے ہیں، اور چند مصنوعی سانپ بھی جھنڈے کے ساتھ شامل ہوتے ہیں، جھنڈے کے سر پر جھاڑو کی شکل کا ایک تاج مور کے پروں کا بنا کر رکھتے ہیں، (ممکن ہے کہ اس کی اصل جھاڑو ہی ہو) مگر مہتر دل کے واقف کار لوگوں کا خیال ہے، کہ یہ علم رسوم کی ادائگی کے وقت صرف اظہار شوکت کے لئے اٹھایا جاتا ہے، ورنہ اس کو کچھ اہمیت حاصل نہیں ہے، ان کی ایک عجیب وغریب رائے ہے، کہ یہ ظاہر پیر کی چوبدستی کا نمونہ ہے،

ان کے مذہبی اراکین سب جاروب کش ہوتے ہیں، جو مختلف کاموں پر مندرجہ ذیل طریقے سے مامور ہوتے ہیں:-

بھگت، معتقف، گھوٹا، چند علم بردار، کوتوال، چوکیدار، سوتیا، چند گانے بجانے والے،

کاشی پور میں ساون کے مہینہ میں غروب آفتاب کے بعد اس فرقہ والے اپنے قبیلہ کے معزز و برگزیدہ لوگوں کی ایک جماعت آراستہ کرکے ان کے پیچھے پیچھے آہستہ آہستہ ایک کشادہ جگہ (جو پہلے سے مقرر ہوتی ہے) جاتے ہیں، علم بردار بڑی خوشی سے ناچتے کودتے جھنڈا لیے جاتے ہیں، ان علمبرداروں کے آگے آگے ایک کوتوال ہوتا ہے، جو ترتیب کو درست رکھتا ہے، اس کے ہاتھ میں ایک چابک ہوتا ہے۔ جس کے سرے پر زنجیریں ہوتی ہیں، گویے پیر ظاہر کی منقبت گاتے اور دائرہ بجاتے ہوئے مقررہ مقام پر پہنچ کر ترسول اور نشان کو ایک جگہ گاڑ دیتے ہیں، اور اس کے نیچے لکڑی کی چوکی بچھاکر نذریں چڑھاتے ہیں، نذروں کی تفصیل یہ ہے:۔

ظاہر پیر کے لئے مالیدہ، بتاشے، لڈو، بکرا، چنے کی دال، تنور کی روٹی، ہوتی ہے، اور

نرسنگھ کے لئے کڑھائی، میدہ، چینی، گھی، شربت، اور

بجو کے لئے بکرے کی اوجھڑی سیخ پر پکی ہوئی اور شراب اور

بجا کے لئے دودھ کی ہانڈی،

غروب آفتاب سے آدھی رات تک سب عورت مرد کھانا پکاتے ہیں اور گانے بجانے والے ان چاروں بزرگوں کی شان میں منقبت گانے میں مصروف رہتے ہیں، مقرب اور برگزیدہ لوگ جھنڈے کے سائے کے نیچے بیٹھے ہوتے ہیں، اور یہ ان کی مخصوص نشانی ہے، وہ جانور کا بایاں کان کاٹتے ہیں، اس کے بعد اس کا مالک ذبح کرکے اور گوشت پکاکر حاضرین کو تقسیم کردیتا ہے، ٹھیک آدھی رات کو نذر ماننے والا آگ روشن کرتا ہے، اور اس آگ پر گھی ڈالتا ہے، اسکو نیازہ کہتے ہیں، باقی تمام موجودہ کھانوں

میں سے بھی تھوڑا تھوڑا آگ میں ڈالکر جلایا جاتا ہے، اور ہر چہار بزرگوں کی نیاز کے وقت ان کا نام زبان سے ادا کیا جاتا ہے، ختم نیاز کے بعد تمام حاضرین کی عام دعوت ہوتی ہے، اور یہ سالانہ یادگار کی تقریب ختم ہو جاتی ہے،

ظاہر پیر کی یہ حکایت عوام الناس کی زبانی ایک انگریز نے مرتب کی تھی آ انگریزی سے ایک مسلمان نے فارسی میں ترجمہ کیا، اور فارسی کا یہ ترجمہ ہے، جو اوپر لکھا گیا،

اسی قصہ کے متعلق ایک منظوم سانگ کی کتاب اردو حروف اور باگڑی زبان میں چھپی ہے، جو دہلی کے بازار میں بکتی ہے، منشی ابراہیم کے مطبع افتخار دہلی نے چھاپا ہے، ۳۶ صفحے کا رسالہ ہے، سمت ۱۹۴۲ بکرمی اس پر درج ہیں، خوشی رام انوپ شہری نے اس کو نظم کیا ہے، میں نے اس نظم کو غور سے دیکھا، اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے،

کاچھل کے لڑکے جوڑے ارجن سرجن کا باچھل کے لڑکے ظاہر پیر سے کچھ جھگڑا ہوا، اور جوڑے دونو فقیرانہ لباس میں دہلی کے بادشاہ کے پاس گئے، اور بادشاہ اپنے رہیلوں اور توپخانوں کی فوج لیکر باگڑ پر چڑہا، ظاہر پیر نے بادشاہ کو مار کر شکست دی، اور اپنے خالہ زاد بھائیوں جوڑوں کو بھی قتل کر دیا، اور ان کے سر اپنی ماں باچھل کے پاس لایا، باچھل اس حرکت سے بہت ناراض ہوئی، اور کہا، جا میرے سامنے سے دور ہو کہ تو نے اپنے بھائیوں کے خون سے ہاتھ لال کئے،

ظاہر پیر جانے لگا، تو اسکی بیوی سریل مزاحم ہوئی اور جانے سے روکا، ظاہر پیر نے کہا، والدہ کا حکم پورا کرنا ضروری ہے، اب میں اسکو اپنا چہرہ نہیں دکھاؤنگا،

یہ کہکر وہ جنگل کو چلا گیا، اور وہاں جاکر زمین سے کہا، تو مجھے اپنے اندر بُلا لے، زمین نے کہا میرے اندر تو مسلمانوں کی جگہ ہے، ہندوؤں کی نہیں ہے، یہ سُنکر ظاہر پیر مسجد میں جاکر مسلمان ہوگیا، اور کلمہ پڑھا، اس کے بعد زمین نے اس کو اپنے اندر جگہ دی اور وہ اس میں سما گیا، مگر وہ رات کو اپنی بیوی سریل کے پاس آیا کرتا تھا، باچھل نے سریل کو بناؤ سنگار کرتے دیکھا، تو طعنہ دیا، کہ تیرا خاوند موجود نہیں ہے، تو کیوں بناؤ سنگار کرتی ہے؟ سریل نے جوابدیا، وہ تو روز میرے پاس رات کو آتا ہے، آج رات کو میں اسکو تجھے دکھادوں گی، چنانچہ وہ رات کو آیا، اور سریل نے ساس کو دکھا دیا، ساس نے اسکو پکڑ لیا، مگر ظاہر پیر ہاتھ چھڑا کر یہ کہتا ہوا غائب ہوگیا، کہ اب میں کبھی اس محل میں نہیں آؤنگا،

اس منظوم قصہ میں بس اتنا بیان ہے، ان دونو واقعات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ اس قصہ کی روایت میں تاریخ کی بیشمار غلطیاں ہیں، انگریز نے جو روایت جمع کی ہے، اس میں رائے پتھورا کی نسبت حملہ آور ہونا لکھا ہے، مگر اسی کے ساتھ یہ بھی ہے، کہ باچھل سلطان محمود غزنوی کے سپہ سالار کے لڑکے غازی میاں کے پاس چلی گئی،

ظاہر ہے، کہ پتھورا اور سلطان محمود کے زمانہ میں بہت تفاوت ہے، پتھورا شہاب الدین غوری کے وقت میں تھا،

یہ روایت بھی کہ ظاہر پیر مکہ میں جاکر مسلمان ہوا، درست نہیں معلوم ہوتی بلکہ قیاس ہوتا ہے، کہ وہ ملتان میں جاکر مسلمان ہوا ہوگا، کیونکہ مولانا رکن الدین سے علم درویشی حاصل ہونے کا ذکر لکھا ہے، اور وہ ملتان میں رہتے تھے، ان کا سہروردیہ خاندان تھا، وہ حضرت بہاؤالدین ذکریا ملتانی رح کے فرزند تھے اور ان کا زمانہ خلجی اور تغلق سلطنت میں گزرا ہے،

بہرحال ظاہر پیر کسی زمانہ میں گزرے ہوں اور کسی قوم سے بھی ہوں مگر
یہ ضرور ثابت ہے، کہ وہ مسلمان ہوگئے تھے، اور ان کا مزار باگڑ میں ابتک
موجود ہے، اور ان کے ماننے والوں کو بھی مسلمان ہونا ضروری ہے، کیونکہ
جو مذہب ان کے پیشوا کا تھا وہی ان کا ہونا چاہیئے،

ایک انگریز جج کی رائے

کچھ عرصہ ہوا، صوبہ یو۔پی میں حلال خوروں کا مقدمہ انگریزی عدالت
میں گیا تھا اور جج نے حلال خوروں کے مذہب پر رائے لکھی تھی اس
فیصلہ کا اقتباس عدالت سے نقل حاصل کرکے کیا جاتا ہے،
'حسن نظامی'

اس فرقہ کی ابتدا کے متعلق مختلف قصے ہیں، مسٹر ریزلی صاحب نے اپنی
کتاب 'بنگال کے فرقے اور ذاتیں' جلد ۲ میں لکھا ہے، کہ لال بیگی مسلمان
مہتروں کی ایک قسم ہے، وہ ہندو یا یوروپین اصحاب کی خدمت کرتے ہیں،
مسٹر ریزلی صاحب کی کتاب صرف انہی ذاتوں تک محدود ہے، جو بنگال میں
موجود ہیں، اور ان کا بیان ان تمام ذاتوں پر مشتمل نہیں ہے، جو کہ
شمالی ہندوستان میں پائے جاتے ہیں، لیکن وہ تحریر کرتے ہیں کہ
لال بیگیوں کی مذہبی رسومات کچھ ہندو اور کچھ اسلامی ہیں، وہ دیوالی اور
ہولی تہوار ہندو رواج کو بھی مانتے ہیں،
مسٹر کروک کی کتاب میں جو ذاتوں اور فرقوں کے متعلق ہے، شمالی
ہندوستان کا ذکر ہے، اس کتاب میں بہت سے عالموں کی تحقیقاتیں

درج ہیں، اور ایک مکمل کتاب ہے، انھوں نے لال بگیوں کی ابتدا کے متعلق مختلف موجودہ قصے بیان کئے ہیں، یہ قصے ہندو اور مسلمانوں کے قصوں سے مرکب ہیں،

لال بیگ یا لال گرد کے مذہب کی نسبت مختلف قصے ہیں، بعض قصوں میں اسے غزنی کا شہزادہ اور بعض قصوں میں ملتان کا چھتری درج کیا ہے، اس نے بہت سے کرشمے دکھلائے، اور مہتروں میں بہت سے اس کے پیرو ہو گئے، مہتروں کی خاص سات بڑی ذاتیں ہیں:

۱۔ شیخ بھنگی مسلمان ہیں۔
۲۔ راوت بھنگی۔
۳۔ دہانک ٭ ۴۔ بالش بہوڑ ٭ ۵۔ ہیلا ٭ ۶۔ ہری ٭
۷۔ لال بیگی ٭

پہلی قسم یقیناً مسلمان ہیں اور باقی کی نسبت اختلافات ہیں، لال بیگیوں میں بعض ایسے ہیں جو مسلمانوں کے مذہب کا اتباع کرتے ہیں، اور کچھ گرو نانک شاہی فرقہ میں شامل ہیں، ہندو مہتر کہتے ہیں، کہ وہ بالمیک شکاری کی اولاد سے ہیں، وہی بالمیک رامائن کا مصنف تھا، ان کے مردوں کے ختنہ نہیں ہوتے، وہ مسلمان کے یہاں کا پکا ہوا کھانا بلا تامل کھا لیتے ہیں۔

مسٹر گریون بنارس کے مہتروں کا حال لکھتے ہوئے کہتے ہیں، کہ بھنگیوں کی تمام ذاتیں بشمول لال بیگیوں کے ایک مسلمان بہادر کے پیرو ہیں، وہ لال بیگی جنھوں نے نانک شاہی مذہب اختیار کر لیا ہے، وہ شیخ مہتروں کے ساتھ کھانے میں کچھ اعتراض نہیں کرتے ٭

تاریخی پہلو کے لحاظ سے یہ ظاہر ہوتا ہے، کہ یہ بھنگی گیارہویں اور

بارہویں صدی میں بہادروں کی پرستش کے، وقت موجود تھے، جوکہ ہندو اور مسلمان کے مشہور مذہب کا مجموعہ تھا، لیکن گرو نانک شاہ کے بعد اُس کے چیلوں نے پندرہویں اور سولہویں صدی میں ان بھنگیوں میں سے بہتیروں کو پھر اپنے میں ملالیا، اور اس وقت سے وہ نانک شاہی فرقہ میں شمار کئے جاتے ہیں، اور اپنے آپ کو ہندو کہتے ہیں، لیکن واقعہ یہ ہے، کہ وہ ہندو مندر کے اندر متبرک مقامات میں نہیں داخل ہو سکتے ہیں،

چونکہ عام طور پر یہ لوگ ناخواندہ ہیں، اپنے مذہب کے متعلق کوئی کتاب نہیں رکھتے، ان کے خیالات مذہب کی نسبت زیادہ اونچے نہیں ہیں، ان میں صرف چند رواج ہیں، جن سے ان کے مذہب کا پتہ چل سکتا ہے، وہ سوسائٹی میں نیچے کے لوگ ہیں، انھوں نے ہندو اور مسلمانوں کے رواج بغیر کسی تمیز کے اختیار کر لئے ہیں۔

جب سپہ سالار مسعود غازی اور بہت سے اس کے رفیقوں نے اس ملک پر حملے کئے، اور کچھ کرشمے عام خیال کے مطابق دکھلائے، نیچ طبقے کے لوگ اس کے جھنڈے کے گرد جمع ہو گئے، انھوں نے اسکو اور اس کے ساتھیوں کو اولیا مانا، اور اس کی پرستش کی، یہ لوگ پانچپیر کہلاتے ہیں، لیکن تعجب ہے کہ مردم شماری میں یہ لوگ ہندو شمار کئے گئے،

ایک لال بگی فرقہ کا گروہ ظاہر پیر ہے، وہ چوہان راجپوت تھا، اور اس کو اسکے بہادرانہ اور عجیب کارناموں کی وجہ سے رشی بنا دیا گیا۔

لال بگی یا تو اپنے مردوں کو جلاتے ہیں یا دفن کرتے ہیں، وہ بعض اوقات اپنے مردوں کو بہتے دریا میں ڈال دیتے ہیں، مگر وہ ہمیشہ اپنے

مُردوں کی ہتھیلی سرخ گرم بلیہ سے جلا دیتے ہیں، یہ سب مردم شماری کی رپورٹوں میں ہندو شمار کئے گئے ہیں، اگرچہ ان کا ہندو مذہب ناقابل اعتبار اور مشتبہ ہو اور کیسا ہی ذلیل درجہ ہندوؤں کی نظروں میں ان کا ہو، وہ عام ہندوؤں کی سرحد کے نیچے سمجھے جاتے ہیں،

ہندوؤں کے درمیان کچھ اور قومیں بھی ہیں، جس کو وہ اچھوت ذاتیں کہتے ہیں، ان میں مہتر، ڈوم اور میگھ وغیرہ اور ایسے ہی دوسری ذاتیں شامل ہیں، بعض مصلحان قوم اب ان ذاتوں کو اپنے میں شامل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، وہ ان کو تعلیم دینے اور ان کا سوسائٹی میں درجہ اونچا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں بعض بہیڑ رو مصلحان قوم نے ان کے ساتھ کھانا کھانا بھی شروع کر دیا ہے،

یہ نیچی ذاتیں اگرچہ اتنی مدت تک ان کی پروا نہیں کیگئی تاہم ہندو کیے گئے کیونکہ وہ ہندوؤں کے بعض قاعدوں کی پابندی کرتے رہے، اور ظاہرا کوئی دوسرا مذہب اختیار نہیں کیا، اسی اصول پر لال بیگی جو ہندو مذہب کی لاپرواہی کے ساتھ پابندی کرتے ہیں، اپنے مرشدوں کو بھی مانتے ہیں، اور گرو نانک کو بھی مانتے ہیں،

"اب آٹھ سال پہلے کا ایک مضمون درج کیا جاتا ہے، جو رسالہ نظام المشائخ دہلی میں بماہ رمضان ۱۳۳۳ھ میں نے لکھا تھا۔"

دہلی کا شاہی حلال خور

ہندوؤں میں قلیل مسلمانوں میں رسوار دیکھتے ہیں آدمی۔ سمجھتے ہیں کوڑا، میں ہوں ایک چوہڑا،

مجھ کو بھنگی کہتے ہیں، خاکروب بھی میرا نام ہے، حلال خور اور مہتر بھی کہا جاتا ہے،

میں اپنی بپتا کیا سناؤں؟ دل کے داغ کس کو دکھاؤں؟ خاک پاک ہوں، امتی شہ لولاک ہوں، مگر انسان کی ہر آنکھ نے پتلی سے اتارا ہے، پھر اس پاکیزہ سبھا میں زبان کھولنے کا کیا چارا ہے؟

میں سرکاری مہتر کا بیٹا درباری حلال خور ہوں، منگلو میری ماں تھی، غدر ۱۸۵۷ء میں پندرہ سال کا تھا، قلعہ دہلی کی سب بہار دیکھی ہے، باوا جان کا میں ہی اکلوتا لاڈلا تھا، انکو میری چاہت تھی، مجھ کو ان کی چاہت تھی، اماں کا نیچ میں نام تھا، دراصل میں اپنے باپ کا گلفام تھا،

ایک دن کا ذکر ہے، ابا نے پگڑی باندھی، کمر میں پٹکا لپیٹا، بغل میں جھاڑو لی، گھر سے چلے، قلعہ پہنچے، اس دن جشن نوروز کی دھوم تھی، دربار ہو چکا تھا، سب امیر گھروں کو واپس جا رہے تھے، حکیم احسن اللہ خان کی سواری نظر آئی، ابا نے تسلیم کو گردن جھکائی، دعاؤں کی صدا لگائی، میں بھی جھک گیا، ابا کی دیکھا دیکھی آداب بجالایا، وزارت پناہ نے سواری روک

لی، اور پوچھا سرکاری اچھا تو ہے؟

ابا نے کہا، قبلۂ عالم کی جان و مال کو دعا دیتا ہوں، خدا ان جوڑوں گھوڑوں کو آباد رکھے، غلام کی عزت کو چار چاند لگائے کہ کھڑے ہو کر دو بول فرمائے، پھر یہ شعر پڑھا ؎

تواضع ز گردن فرازاں نکوست　　گدا اگر تواضع کند خوئے اوست

حکیم صاحب نے تبسم فرمایا، سواری آگے بڑھی، سامنے سے ایک سقہ آتا تھا، بولا سرکاری! خوش آمدید! مگر اتنی دیر کہاں لگائی؟ دربار برخواست ہو چکا، جہاں پناہ محل میں سدھارے، ابا نے کہا، مرضیٔ مولیٰ از ہمہ اولیٰ، آنکھ لگ گئی تھی، بیدار ہوا تو سیدھا ادھر بھاگا،

سقہ نے کہا۔ چہ خوش! آپ بھی شہزادوں کی طرح آرام فرماتے ہیں، ارے کیوں شامت آئی ہے؟ بھول گیا ابراہیم ادہم کی لونڈی کا حال؟ بھلا تو ایک مفلس کنگال اور اتنی دیر تک سوتا رہا، نوکری کا ذرا خیال نکیا،

ابا نے کہا، ظل سبحانی کے سایہ میں ہر دن عید ہے، رات شب برات، جان نثار! اس امن چین کے زمانہ میں بھی پاؤں پھیلا کر نہ سوئیں، تو پھر کونسا زمانہ ان کے عیش کا آئیگا،

آگے بڑھے، شہزادۂ عالم پناہ مرزا جواں بخت کی ڈیوڑھی پر پہنچے، اندر سے ایک مولوی صاحب نکل رہے تھے، ابا نے ان کو بھی جھک کر سلام کیا، مولانا نے فرمایا۔ کیوں رے سرکاری کل شام کو تو کہاں رہا؟ ہمارے ہاں نہ آیا، ابا نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی، شریعت پناہ واقف ہیں، مجھ کو اس غلام زادے سے بیحد محبت ہے، کل ذرا اسکا بدن گرم ہو گیا تھا، خانہ زاد کی جان پر بن گئی، اور ساری رات آنکھوں میں کٹ گئی، مولانا بولے، ہاں بھئی اولاد بڑی نعمت ہے، ابا نے کہا، جی نعمت بھی ہے اور فتنہ بھی، مجھے حضور کی

صحبت میں اس آیت شریف کے سننے کا بار بار موقع ملا ہی اِنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ ۔ مولانا نے ہنسکر کہا ارے تُو تو بڑا فاضل بنگیا ہی فارسی کے اشعار پڑہتے پڑہتے آیتیں بھی پڑہنے لگا۔ ابا نے کہا (اے صبا این) ہمہ آوردۂ تست، یہ سب حضور کی خوبیوں کا صدقہ ہے، مولانا نے میرا نام پوچھا اور فرمایا اسکا بھی سرکار میں لکھائیا یا نہیں؟

ابا نے کہا، جی نہیں، اب حضور اشارہ فرمائیں گے تو ہوگا، بغیر آپ کے ارشاد کے کیا ہو سکتا تھا؟ مولانا نے وعدہ فرمایا، کہ ہم سعی کریں گے،

ڈیوڑہی کے اندر دیوان خانہ میں شہزادۂ عالم پناہ میرزا جواں بخت بہادر مصاحبین کے جھرمٹ میں تشریف فرما تھے، ابا نے فرشی سلام عرض کیا، اور بہت دیر گردن جھکائے ہوئے دعا دیتے رہے،

چوبدار نے آواز دی، دعا قبول باد، جواں بخت بہادر نے نظر اٹھائی، اور مسکرا کر ہم دونو کو دیکھا، والد نے شعر پڑھا ؎

بندہ حسن بصد زباں گفتہ کہ بندۂ توام۔ تو بزبانِ خود بگو بندہ نواز کیستی

شہزادۂ عالم پناہ نے مصاحب سے خطاب کیا، یہ بہت شائستہ حلال خور ہے، ایکجانب اس کی شستہ مزاجی سے مسرور ہوتے ہیں، مصاحب نے ہاتھ باندھکر عرض کی، کیوں نہیں صاحب عالم کی سرکار میں جو خاک روبی کریگا، اسکا طرہ رفعت عرش نشین ہوگا،

اتنے میں اشارہ ہوا، اور چوبدار نے ایک پگڑی اور ایک اشرفی جشن کا انعام ابا کو دیا، اور پانچ روپیہ میرے ہاتھ پر رکھے، ہم دونو دعائیں دیتے گھر کو آئے،

اب مجھ کو شوق ہوا، کہ اچھی صحبتوں میں والد کے ہمراہ جایا کرونگا، حضرت سید شکری مشہور بزرگ تھے، جہاں پناہ کو ان سے خاص ارادت تھی، میں ان کے ہاں حاضر ہونے لگا، عصر کے بعد حضرت کے خاص الخاص مریدین جمع ہوتے تھے، میں بھی جوتیوں کے پاس جا بیٹھتا، اور حضرت کے ارشاد کو سنا کرتا،

ایک روز ہمارے لال بیگ، کا ذکر تھا، فرمایا، یہ مہتر درحقیقت مسلمان
ہیں، ان کی سب رسمیں مسلمانوں کی ہیں، جب موت کا وقت آتا ہے، خدا
رسول کو یاد کرتے ہیں، مرجاتے ہیں، تو درود پڑھتے کلمہ کا ذکر کرتے
ہوئے قبرستان لے جاتے ہیں، نکاح کے وقت البتہ ہندوؤں کی رسومات
ادا ہوتی ہیں،

اس کے بعد کچھ اسرار تصوف بیان فرمائے، جنکو سن کر میرے دل
پر بڑا اثر ہوا، گھر آیا تو دل ودماغ میں وہی کلمات چھائے ہوئے تھے، اسی
حالت میں سو گیا، خواب میں دیکھا کہ لال بیگ لال جوڑا پہنے کھڑے ہیں، اور
فرماتے ہیں، ہم سب مدینہ کے غلام ہیں، ہمارے آقا مدینے میں آرام
فرماتے ہیں، انہوں نے اپنی چاہیتی بیوی حضرت عائشہ رض کا خطاب حمیرا
رکھا تھا، جس کے معنے لال کے ہیں، اس میں اشارہ تھا، کہ وہ لال کو پسند
کرتے ہیں، ان کی ایک چادر تھی، جس کا نام بردیمانی تھا، اس چادر میں
بھی سُرخ لکیریں تھیں، لال رنگ کی پسندیدگی میں میری خاطر منظور
تھی، پس تم کو بھی چاہیئے کہ میری طرح ان پر ایمان لاؤ، کہ دین اصل یہی دین
ہے، باقی سب میں غیریت کے جھگڑے ہیں،

درباری! تو میرا مقبول ہے، جا۔ حضرت حسن عسکری کی خدمت
میں اور ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کر،

آنکھ کھلی تو دل باغ باغ تھا، شام کو حضرت کی خدمت میں حاضر
ہوا، تو سارا قصہ بیان کیا، آپ نے فرمایا، اچھا جاؤ غسل کر کے اور نیا لباس
پہن کے آؤ، میں نے ایسا ہی کیا، آپ نے کلمہ کی تلقین کی، اپنے ہاتھ سے
شربت پلایا، پھر گلے لگایا، اور دیر تک دل سے دل ملائے رہے،

اسوقت میرا عجب عالم تھا، آنکھوں میں آنسو، دل میں بیقراری، ہاتھ

پاؤں میں رعشہ، چند روز حضرت کے بتائے ہوئے ذکر اذکار کرتا رہا، ابّا کو میرے حال کی خبر تھی، مگر انھوں نے کبھی اس میں دخل نہ دیا،

حضرت سید عسکری کا حکم تھا کہ اپنا پیشہ نہ چھوڑو، جو کرتے ہو کرتے رہو، قسمت کی خوبی دیکھئے، مجھ کو مسلمان ہوئے چند ہی روز گزرے تھے کہ غدر پڑ گیا، غدر کے دوران میں والد نے قضا کی، اور میں مارا مارا بلند شہر پہنچا، اور اپنے ماموں کے ہاں رہنے لگا، پیر کے حکم کے موافق خاکروبی کا پیشہ نہ چھوڑا تھا، برابر اس کام میں مشغول تھا،

ایک دن کا ذکر ہے ایک لالہ صاحب کے ہاں جھاڑو دے رہا تھا کہ مجکو موری میں کوئی چیز چمکتی ہوئی نظر آئی، ہاتھ بڑھا کر اٹھائی، ایک نگینہ تھا، جس پر کچھ نقوش کندہ تھے، گھر لے آیا، دھو کر اپنے بازو پر باندھ لیا،

دوسرے دن صبح کو گھر سے نکلا، تو ایک مست سامنے نظر آئے، انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ لیا، اور ایک قبرستان میں لے چلے، میں چپ چاپ سیدھا ان کے ہمراہ ہو لیا، قبرستان میں جا کر ان مجذوب نے مجھ سے کہا۔

درباری! ان بارہ قبروں کو گن۔ میں نے شمار کیا، بارہ تھیں، پھر فرمایا جو نقش تیرے بازو پر ہے، بارہ امام کی تاثیر ہے، اور یہ بارہ قبریں ان کے قاصد ہیں،

مجذوب صاحب کی بات سمجھ میں نہ آئی، ڈر کے مارے خاموش کھڑا رہا، اس وقت انھوں نے اپنا گریبان چاک کر ڈالا، اور کہا:۔

سب گریبان چاک کئے جائیں گے، پھر دامن پھاڑ ڈالا، اور کہا، سب دامن کاٹے جائیں گے، پھر کہا، قبریں شق ہوں گی، مردے زندہ ہوں گے، درباری! اپنے نقش کی حفاظت کر،

میں نے ڈرتے ڈرتے عرض کی، اسکا مطلب سمجھا دیجئے، فرمایا، ٹھہر، میں

کی بہتری کا وقت آیا، تو یہ پیام ان تک پہنچا، جو بے خبر ہیں، کل سے آج نزدیک ہے، اور آج سے کل قریب ہے،

جن کو پنج اور کمین کہتے ہیں، ان کی خوشی اور ترقی کا حکم فرشتوں نے لکھ لیا، وہ سب اسلام کا جھنڈا اٹھائیں گے، علیؑ علیؑ کا نعرہ لگائیں گے میں نے کہا، سنا تو یہ ہے، کہ "ہر کو بھجے سو ہر کا ہو" کیسا اسلام کہاں کا کفر؟ اسکی وحدت پر ایمان ہو، تو ہر جان کا بیڑا پار ہو۔

شیخ، سید، مغل، پٹھان کی تفریق ایک بھول ہے، یہ آدمی چمن وحدت کا ایک پھول ہے، مجذوب صاحب یہ سُنکر بھاگے اور خاک اڑانے لگے،

میں گھر آیا، ممانی کو سارا حال سنایا، وہ بولیں، آج میں نے بھی خواب میں یہی ماجرا دیکھا، خبر نہیں خدا کو کیا منظور ہے؟ ان فقیروں کی باتیں خدا ہی جانتا ہے، کہ وہ کیا کہتے ہیں اور خدا کے حکم سے کیا سناتے ہیں؟۔ اسکو خدا جانے یا وہ۔

چند روز کے بعد دہلی آنا ہوا، یہاں اس زمانے میں علماء اس مسئلے پر بحث کر رہے تھے کہ قبروں کے مُردے سنتے ہیں یا نہیں؟ گڑھیا پر ایک مولوی صاحب رہتے تھے، ان کا دعوٰے تھا، کہ نہیں سنتے، ہندوراؤ کے باڑے میں ایک عالم تھے، وہ مُردوں کا سننا ثابت کرتے تھے، میں نے دو جمعوں میں ہر عالم کا وعظ سُنا، مگر تسلی کسی بیان سے نہ ہوئی کبھی خیال آتا کہ سنتے ہیں، کبھی خیال آتا کہ نہیں سنتے،

اسی اثنا میں ایک رات حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادیؒ کے مزار پر شب باش ہونے کا اتفاق ہوا، آدھی رات کو ایک بُرقعہ پوش عورت آئی، اور مزار کے پہلو میں مراقب ہو کر بیٹھ گئی، میں اسکو دیکھتا رہا اور اپنا وظیفہ

پڑہتا رہا، تھوڑی دیر میں ایک دوسری عورت آئی اور پہلی عورت کے پاس بیٹھہ گئی،

پہلی عورت نے مراقبہ ختم کر کے کہا، کیوں ہُوا دیکھا، قبروں کا فیض، دوسری نے جواب دیا، سچ کہا تہا نعمت علی نے، میں نے تو ریل ہی چلتی دیکھی،

یہ باتیں کر کے عورتیں چلنے لگیں، میں اٹھا، اور دور سے پکار کر کہا مجھہ کو مُردوں اور قبروں کا بھید بتلاتی جاؤ، عورتیں پہلے تو کچھہ جھجکی ہوئیں، اس کے بعد انھوں نے کہا، بحث فضول ہے، جن کو مردہ سمجھا جاتا ہے، وہ زندہ ہیں، پھر ان کا سننا مردوں کا سننا نہیں، زندوں کا سننا ہے، تم خود دیکھہ لو، سن لو، گیارہ بار درود پڑہو، بائیں جانب گردن کو خم کر کے مزار کے پاس بیٹھہ جاؤ، اور دیکھو،

یہ کہکر عورتیں چلی گئیں، اور میں نے ان کے کہنے پر عمل کیا، گردن جھکاتے ہی عجب تماشہ نظر آیا۔

دیکھا نہ میں ہوں، نہ مزار، نہ مراقبہ کا خیال، بلکہ ایک وسیع دالان ہے جہاں ایک بزرگ آنکھوں میں آنسو بھرے بیٹھے ہیں، اور سوائے ان کے مکان میں اور کوئی نہیں،

میں نے عرض کی، حضور آبدیدہ کیوں ہیں؟ ٹھنڈا سانس کھینچ کر کہا، خدا کے بندوں کی تکلیف دیکھہ کر، میں نے کہا کون لوگ تکلیف میں ہیں، ارشاد ہُوا، غریب اور مفلس، ان کا کوئی پرسان حال نہیں، سب نظر حقارت سے دیکھتے ہیں، دولت والوں کی ہر جگہ قدر ہے، مگر میں دیکھتا ہوں، کہ ذات الٰہی اس سے ناراض ہے، اور اس کے قہر میں جوش آرہا ہے، عنقریب ایک ہولناک عذاب آنے والا ہے، اس کے خیال سے غمگین ہوں، کہ بیٹھا

آدمی اس عذاب میں مبتلا ہونے والے ہیں ،
میں نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی ، تو پھر اس کا کچھ علاج بھی ہے ، فرمایا ، سزا تو ایکدفعہ ملکر رہے گی ، اس کے بعد اگر لوگوں نے اپنے اعمال ٹھیک کر لئے اور سب ادنے آدمیوں کو اپنا بھائی سمجھا ، تو خیر ورنہ جڑ بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دیئے جائیں گے ،
اتنے میں ایک شخص سر بریدہ سامنے آیا ، یعنی اس کے جسم پر سر نہ تھا بزرگ نے کھڑے ہو کر اسکو گلے لگایا ، اور فرمایا ، دیکھ یہ درباری عنتر ہے ، میں نے کہا ، درباری تو میں ہوں ، یہ سُنکر سر بریدہ جسم سے ایک قہقہہ کی آواز آئی ، اور ہزاروں صدائیں یہ نغمہ گاتی ہوئی سُنائی دیں ، نہ تو غیری نہ من غیرم ، اس کے بعد یہ منظر آنکھوں سے غائب ہو گیا مگر میرا دل ابتک ان عجائبات کو یاد کرتا ہے ؎

حلالخوروں میں ایک تحریک

غالباً آج سے پچیس تیس سال پہلے میرزا امام الدین صاحب نامی ایک شخص نے جو قادیان کے رہنے والے اور میرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے چچازاد بھائی تھے ، اپنے بھائی کے دعوائے مسیحیت اور مہدویت کو دیکھ کر حلال خوروں کا پیر اور گرو بننا چاہا تھا ،
ان کے دو رسالے میں نے دیکھے ایک کا نام گل شگفت ہے ، اور دوسرے کا نام ہدایت نامہ لال بیگیاں ہے ،
یہ معلوم نہیں ہو سکا ، کہ پہلا رسالہ کونسا ہے اور دوسرا کونسا ہے ،

کیونکہ دونوں پر تاریخ اور سنہ نہیں ہے، مگر قیاس سے معلوم ہوتا ہے، کہ گل شگفت دوسرا ہے، اور ہدایت نامہ پہلا ہے، کیونکہ ہدایت نامہ میں دوسرے حصے کا وعدہ کیا گیا ہے، دو نو رسالے ۲۰×۲۶ سائز پر ہیں، اور ہر ایک ۲۴ صفحے کا ہے،

ان رسائل کا خلاصہ مطلب یہ ہے، کہ میرزا صاحب نے ہندو مسلمان سکھ، عیسائی تمام مذاہب سے لال بیگی مذہب کو فوقیت دی ہے، اور حلالخوروں کو اپنے قدیمی عقائد پر قائم رہنے کا حکم دیا ہے، اور لکھا ہے کہ تم کو کوئی نیا مذہب اختیار کرنے کی ضرورت نہیں ہے، تمہارا مذہب تمام مذاہب سے اعلیٰ و برتر و قدیمی ہے،

حلال خوروں کو یہ بھی مشورہ دیا ہے، کہ تم کو اس مقررہ پیشہ خاکروبی کے علاوہ دوسرے پیشے بھی کرنے چاہئیں تاکہ تمہاری قوم کو ترقی ہو، اور تعلیم کی طرف بھی متوجہ ہونے کا مشورہ بھی دیا ہے، اور مردار گوشت اور حرام جانوروں کے گوشت کھانے سے روکا ہے، اور لکھا ہے، کہ اس گوشت کے سبب تم لوگوں کی عقل اور ہمت پست ہو گئی ہے، اس کو قطعاً چھوڑ دینا چاہیئے،

مرزا صاحب نے اگرچہ مذہب اسلام کو جگہ جگہ برا کہا ہے، اور اس کے اصول کو غیر مسلم لوگوں کی طرح مذموم قرار دیا ہے، تاہم وہ حلال خوروں کو توحید پر قائم رہنے کی نصیحت کرتے ہیں، ان کے بعض الفاظ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ تبلیغ اسلام کو ایک حکمت سے پورا کرنا چاہتے تھے،

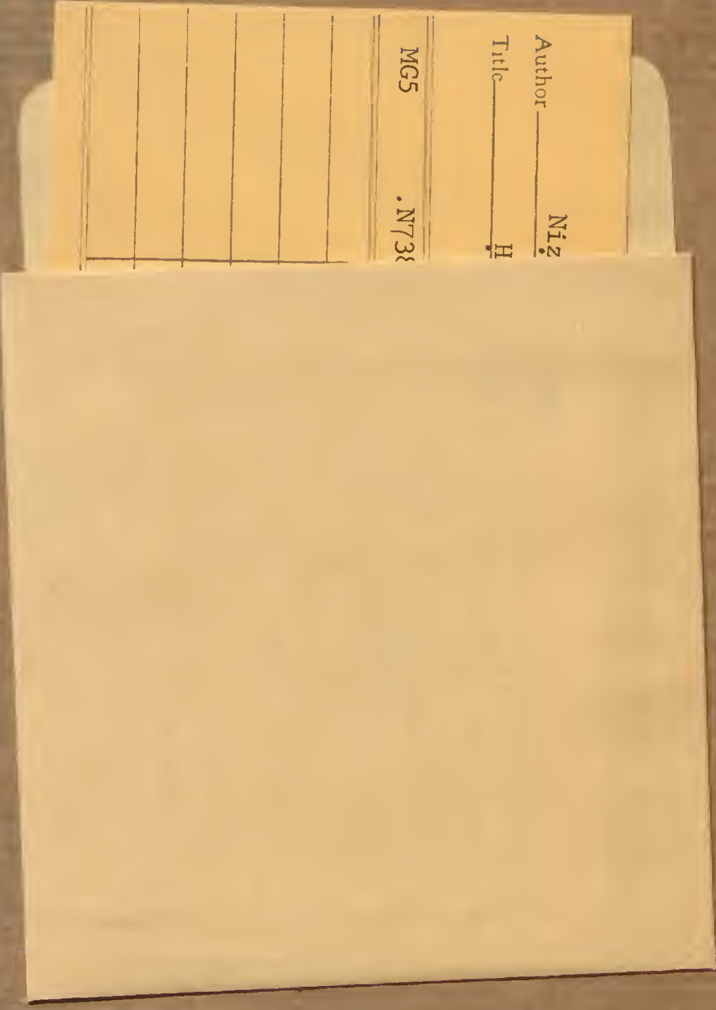
ایک جگہ انہوں نے حلالخوروں کو دس حکم دئیے ہیں، اور لکھا ہے کہ ہر مذہب کی بنیاد یہی دس احکام ہیں، مگر افسوس ہے کہ یہ دس حکم انہوں نے توریت سے نقل کرتے وقت عبارت کو بھی درست نہیں کیا، بلکہ خاص

توریت کے الفاظ نقل کر دئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے، کہ وہ یہ کام بہت بے دلی اور بے توجہی کرتے تھے،
رسالہ گل شگفت سے معلوم ہوتا ہے، میرزا صاحب کی عمر زیادہ تھی، اور وہ باوجود بڑی عمر ہونے کے جگہ جگہ دورے کر کے حلال خوروں کو اس تحریک میں شریک کرتے تھے، اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مختلف شہروں کے حلال خوروں میں انھوں نے اثر قائم کر لیا، چنانچہ گل شگفت کے صفحہ ۵ پر لکھا ہے :-

"اے بھائی لال بیگیو! جسقدر آپ لوگوں کی بہتری اور بھلائی کی، بندہ نے کوشش اور محنت کی، آجتک کسی اور قوم ہندو اور مسلمان نے نہیں کی، اور ہزار ہا روپیہ اپنے پاس سے خرچ کر کے بالمیک صاحب کے طریق اور دین کو روشن کیا، اور دور و نزدیک یہ خبر فیض اثر ہزار ہا کوس تک پہنچ گئی، اور اپنا کام کاج چھوڑ کر صرف تمہاری بہتری کے لئے طرح طرح کی تکلیف سفر اور طعن ہندو اور مسلمان اور عیسائی کا اٹھا رہا اور صبح کرتا ہوں، اور بہت جگہ دربار بالمیک صاحب قوم لال بیگیاں تیار کر کے نقارہ دونو وقت بجاتے ہیں، اور دید کرتے ہیں اور وہ ایک دم بھرتے ہیں،
کوئٹہ میں جمعدار چھجو رام نے دربار بالمیک سینکڑوں روپیہ خرچ کر کے بنایا ہے، اور چھاؤنی فیروزپور میں خواجہ جمعدار سدھو چودھری، چیتو لال، وفادا چودھری، پیرو جمعدار، چوتھا شاہ نے دربار بالمیک بنایا ہے، اور دونو وقت دید کرتے ہیں،
تمام قوم لال بیگیاں پر واجب اور فرض ہے، کہ اپنے پیر

کا جھنڈا اور دربار لگائیں، اور نقارے رکھیں اور بندگی کریں"،
اس عبارت سے ظاہر ہوتا کہ میرزا صاحب حلال خوروں سے بالمیک کے دربار بنواتے تھے اور صبح شام نقارے بجواتے تھے اور وہاں دیا کی کوئی رسم بھی ہوتی تھی، ان سب باتوں سے انکی تبلیغی حکمت ثابت ہوتی ہی، گل شگفت کے ٹائٹل پر لکھا ہے، " بالمیک کافی، بالمیک شافی، بالمیک معافی، بولو سو منو وہی ایک،
آخری جملہ سے بھی سمجھ میں آسکتا ہے، کہ میرزا صاحب کے ایک تبلیغی حکمت پیش نظر تھی،
انھوں نے اس کتاب میں جگہ جگہ اپنے بھائی میرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے خلاف بہت کچھ لکھا ہے، جو رسائل کے مقاصد سے کچھ تعلق نہیں رکھتا،
میں نے سنا تھا، میرزا امام الدین کو حلال خور چارپائی پر بٹھا کر گاؤں گاؤں اٹھائے لئے پھرتے تھے، اور انکی بڑی عزت کی جاتی تھی، اگر وہ زندہ رہتے یا اور کوئی شخص ان کی قائمقامی کرتا، تو یہ تحریک اصلاح مہتران میں آگے جاکر بہت مفید ہو جاتی، مگر شاید میرزا صاحب کے انتقال کے بعد اس کا بھی خاتمہ ہو گیا، کیونکہ اب کسی جگہ اسکا ذکر نہیں سنا جاتا،




Author
Title
MG5

